تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

امن کے شہنشاہ

حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک تمام دنیا کے لئے رحمت بن کر آئی تھی، حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں امن کا شہزادہ ہوں لیکن شہزادۂ امن کی اخلاقی حکومت کا ایک کارنامہ بھی اس کے ثبوت میں محفوظ نہیں، لیکن امن کے شہنشاہ کو خداوند ازل ہی نے خطاب کیا۔

وَمَا اَرسَلنَاكَ اِلَّا رَحمَةً لِّلعٰلَمِينَ۔ محمدؐ! ہم نے تم کو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس خزانہ رحمت میں دوست و دشمن، کافر و مسلم، بوڑھے بچے، عورت مرد، آقا و غلام، انسان و حیوان ہر ایک صنف ہستی برابر کی حصہ دار تھی۔

ایک صاحب نے آپؐ سے کسی پر بددعا کرنے کی درخواست کی تو غضبناک ہو کر فرمایا "میں دنیا میں لعنت کے لئے نہیں آیا ہوں، رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ نے دنیا کو پیغام دیا۔

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔

ایک دوسرے پر بغض و حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور خدا کے بندو سب آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

ایک اور حدیث میں حکم فرمایا: آحِبَّ للناس ماتحب لنفسك تكن مسلماً۔

لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو تو مسلم ہو گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب للناس مایحب لنفسہ حتی یُحِبَّ المرء لا یحبہ الا للہ عزو جل۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ سب لوگوں کے لئے وہی محبوب نہ رکھے جو اپنے لئے رکھتا ہے جب تک وہ دوسرے کو بے غرض صرف خدا کے لئے پیار نہ کرے۔

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

(از سیرت النبی ج ۲ ص ۳۹۱)

فی شمارہ ۷/ روپے

سالانہ ۱۵۰/ روپے

۲۵/ مارچ ۲۰۰۲ء

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376
Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

R.N.I.No.UP.URD./2001/6071
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

FORTNIGHTLY Vol. No. : 2 Issue No.1

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs 7/-

Mobile: 98390 95795
Phone : 0522-301658

تباؤننگ

اودھ کی شان اوننگ ★ ٹریکس ★ کھڑکی ★ فِلس

المونیم ★ کھڑکی ★ دروازے ★ سلنگ ★ فلورک

ہمارے یہاں ہر قسم کے المونیم اور اوننگ کا کام بہت ہی کفایتی قیمت پر ہوتا ہے۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں۔

ایم۔ کے ملک، راج ۳۰۱ راد شال کھنڈ، گومتی نگر لکھنؤ

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

گھنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

The Fragrance of East

A quarterly English magazine published from Nadwa needs your patronage. Please subscribe it yourself and motivate others also to read it regularly.
Annual subscription is only Rs.100/- which may be sent by M.O. or Bank Draft payable to :-

The secretary
Majlise Sahafat wa Nashriat
C/o Tamir-e-Hayat, Nadwatul Ulama
P.O. Box No.93, Tagore Marg
Lucknow-226 007 (U.P.)

زُوزَامِین

فسادِ خون اور جلدی امراض کا شربت

- خونی فساد، پھوڑے پھنسی، خارش
- اور جلدی امراض کا کامیاب سیرپ
- جذام کے لئے نہایت جلد اثر کرنے والا

ZUZAMEEN

HASANI PHARMACY

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لیے رابطہ قائم کریں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

MAU CITY AFZALS

مئو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپنی کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوئیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن ایے۔ رحمٰن (علیگ)

شکرگی کی مورتی کے نزدیک، معتمد گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh offsetPress Tagore Marg, Lucknow.u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

اچھے مسلمان کی پہچان

مولانا سید محمد سلمان اعظمی ندویؒ

عن ابی ھریرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے ضرورت) باتوں کو چھوڑ دے"

یہ حدیث ادب اور تربیت کے اصولوں میں بہت بڑی اصل (جڑ) ہے امام ابوعمرو ابن الصلاح نے ابوالحسن بن ابوزید سے جو اپنے زمانے میں مالکی مسلک کے امام تھے، بیان کیا ہے کہ تمام اچھے آداب اور خیر کی باتیں چار حدیثوں سے نکلتی اور ثابت ہوتی ہیں، انہیں چار حدیثوں میں اس حدیث کو بھی شمار کیا ہے، باقی تین حدیثیں یہ ہیں: آپؐ کا ارشاد کہ:

۱۔ "جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو بولے تو اچھی بات بولے ورنہ خاموش رہے"

۲۔ آپؐ کا ارشاد کہ: "غصہ مت کرو"۔

۳۔ آپؐ کا ارشاد کہ: "مسلمان اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"

یہ حدیث جس کا اوپر ذکر ہوا ان چاروں حدیثوں کے مفہوم پر حاوی اور اس کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے اسلام کی خوبی اور اچھائی یہ ہے کہ بے ضرورت اور غیر مفید باتوں میں وقت ضائع نہ کرے بلکہ اس سے بچے اور دور رہے خواہ گفت گو ہو یا کوئی اور عمل ہو، لفظ (یعنی) کا مطلب ہے قابل توجہ اور مفید بات۔

عنایت کا مطلب ہے کسی چیز کو فکر و اہتمام کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کرنا، یہ مطلب نہیں ہے کہ جس چیز کی طرف اس کی طبیعت نہ چلے اس کی رغبت نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔ بلکہ یہاں مراد حکم شرعی ہے کہ شریعت کی رو سے جو چیز غیر مفید اور ناقابل توجہ ہو اس میں وقت نہ ضائع کرے، اسی لئے اس کو اسلام کی خوبی بتایا ہے۔

یہ حدیث مسلمان کے اعلیٰ معیارِ انسانیت کا نقشہ پیش کرتی ہے، نمونے کا معیار، مخلوق خدا میں سب سے بہتر ہونے کا معیار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ تھی، آپؐ کو تربیت کرنے اور آپؐ کو آداب سکھانے کا کام اللہ تعالیٰ نے کیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا ہو۔ اس کے حسن اخلاق اور ادب کا معیار و مرتبہ کیا ہوگا؟ اس کی شہادت خود کتاب خداوندی نے اس طرح دی ہے:

"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"

اس خلق عظیم کا اعلیٰ مظہر (صورت) گھٹیا اور رذیل باتوں سے بلند اور دور ہونا اور بے فائدہ کاموں سے بلند رہنا ہے، حقیقی معنیٰ میں یہی بلند اور عظیم صفات ہیں۔ مومن کے گفتار و کردار کا مہمل و لغو ہونا اور ایسے کاموں کی فکر کرنا، اس کے اندر اس کے احساسات کا پایا جانا اس کے شایانِ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

لہٰذا بندۂ مومن کے دل کو ان خیالات تک سے بے نیاز ہونا چاہیئے جو لغو و بے کار کھیل تماشا ہوں۔

اور جب مومن کا اسلام اچھا ہوگا تو وہ ان سب چیزوں کی طرف سے بے اعتنائی برتے گا۔ جو خدا کی یاد سے غافل کرنے والی ہیں، ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائے گا اور جو چیزیں اللہ کی کتاب اور خود نفس انسانی اور آفاق میں پھیلی ہوئی اس کی نشانیوں اور مظاہر قدرت پر جو عقل کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں، جنھیں دیکھ کر انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے اور اس کے وجدان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، غور کرنے میں رکاوٹ بنتی ہوں، ظاہر ہے کہ بندۂ مومن ان لایعنی باتوں میں کیسے مشغول ہو سکتا ہے جب کہ وہ عقیدے کی ذمہ داریوں، صفائی قلب، تزکیۂ نفس، ضمیر کی ترقی اور تربیت و سلوک میں مشغول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے بتادیا کہ جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ بولے تو بھلی بات بولے ورنہ خاموش رہے۔"

حضرت بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں حضرات ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے چلے وہاں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اجتماع ہے اس کو دیکھ کر ابن سیرینؒ واپس ہو گئے۔ مگر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے ہم اپنے ضروری کام کو کیسے چھوڑ دیں۔ نماز جنازہ فرض ہے اس کو اس مفسدہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا ہاں اس کی کوشش تا بمقدور کی جائے گی کہ یہ مفسدہ مٹ جائے۔ یہ واقعہ روح المعانی میں نقل کیا گیا ہے۔

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۳۹ | ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۱۰

زیر سرپرستی: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زیر نگرانی
مولانا عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء
پروفیسر وصی احمد صدیقی
معتمد مالیات ندوۃ العلماء

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
(مدیر اعلیٰ)
سید محمود حسن حسنی ندوی
معاون مدیر

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرتعاون
سالانہ ---=/۱۵۰ روپے
فی شمارہ ---------=/۷ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
امریکی ممالک.....۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ.....۲۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش
خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/150 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر) (مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ نیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱	اچھے مسلمان کی پہچان	مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندویؒ	۲
۲	انسانیت کی شرمساری	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
۳	ضمیر کی آواز	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۷
۴	اسوۂ رسول اکرمؐ	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۸
۵	صحافت عصر حاضر میں	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
۶	خدا پر مکمل بھروسہ	مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵
۷	مقدمہ	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۱۷
۸	غبارِ کارواں		
۸	ظلم و بربریت (نظم)	مولانا محمد ثانی حسنیؒ	۲۰
۹	منصوبہ بندی بھی ضروری ہے	امین الدین شجاع الدین	۲۱
۱۰	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۲
۱۱	فکرِ عمل	حافظ محمد اقبال ندوی (شارقہ)	۲۳
۱۲	گجرات المیہ پر متعدد پارٹیوں صحافیوں اور دانشوروں کا ردِ عمل	محمد وثیق ندوی	۲۴
۱۳	دل کو خدا کے واسطے پھر دل بنائیے (نظم)	مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ	۲۷
۱۴	عالمی خبریں	سید اشرف ندوی	۲۸
۱۵	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹
۱۶	ندامت کے آنسو	شمس الحق ندوی	۳۱

شرائط احتیاطی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 40

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 50

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs. 80

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI
P.O.Box No. 3040
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Dr.M.AKRAM NADWI
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر

Mr.ABDUL HAI NADWI
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI
98-Conklin Avc. Woodmere
New York 11598(U.S.A)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

انسانیت کی شرمساری

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی تحریروں میں سے درج ذیل ٹکڑا جو اس ملک میں انسانیت سوزی پر افسوس کرتے ہوئے انھوں نے تحریر کیا تھا جو موجودہ افسوسناک حالات میں قابل قدر و قابل فکر معلوم ہوا چنانچہ قارئین کے فائدہ کے لئے دیا جارہا ہے اور اداریہ کی جگہ اس کے لئے مناسب معلوم ہوئی۔

انگریزوں سے جن لوگوں نے اس ملک کا چارج لیا وہ اس ملک کے اصلی باشندے تھے، جن کی قسمت اس ملک سے وابستہ تھی، جن کو اس ملک میں جینا اور اس ملک میں مرنا تھا اور جنھوں نے آزادی کی لڑائی جوش و خروش سے لڑی۔

ہم نے ملک کی کیا حالت بنا رکھی ہے، ہم اپنے ہاتھوں سے کس طرح اس کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں، جیسے یہ ملک کسی دشمن کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ اچھی طرح اس سے انتقام لینا چاہتا ہے، اپنے دل کا بخار نکال رہا ہے، بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کو اُجاڑ کر رکھ دینا چاہتے ہیں اور اس کو کسی قابل رہنے دینا نہیں چاہتے۔ اس ملک کے ساتھ ہمارا معاملہ ایک دشمن، حریف قوم کا سا معاملہ ہے۔

ایسی انسانی پستی، ایسی گراوٹ کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے مقام سے گر رہا ہوں، لیکن حقائق ہیں، جن کے بغیر صورتحال کی صحیح عکاسی اور تصویر آپ کے سامنے نہیں آسکتی، پھر یہ دیکھئے! کیا ایک شہری دوسرے شہری کو اپنا بھائی سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ خدا کا بنایا ہوا ایک انسان ہے؟ بالکل نہیں۔ ہر شخص دوسرے کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ ایک شکار ہے۔ آج ہمارے معاشرہ اور انتظامیہ میں قیمتی انسان سے ایک موذی جانور کا سا سلوک کیا جاتا ہے، آج یہ حال ہوگیا ہے کہ ہم اپنے ہی طرح کے انسانوں کو، اپنے ہم وطن کو، اس ملک کے شہری کو اپنا بھائی نہیں سمجھتے، ہماری نظر اس کے دھڑکتے ہوئے دل، ہماری نظر اس کی سلگتی ہوئی روح، ہماری نظر اس کے بلکتے ہوئے بچوں، ہماری نظر اس کی بوڑھی ماں، اس کے غریب خاندان پر نہیں ہوتی، ہماری نظر اس کی جیب کے چار پیسوں پر رہتی ہے۔ سارے ملک کا یہ حال ہوگیا ہے کہ کسی کو کسی سے ہمدردی معلوم نہیں ہوتی۔ سارا ملک ایک منڈی اور ایک جواخانہ بن گیا ہے جس میں ایک کی جیت اور ہزاروں کی ہار ہے، کسی کے دل میں کوئی جذبہ، بلند تخیل، انسانیت کا احترام، خدا کا لحاظ باقی نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل و دماغ پر کوئی فالج گر گیا ہے، ہمارا ضمیر مفلوج ہوکر رہ گیا ہے، ہمارے ضمیر میں ملامت کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی۔ سب اقدار (Values) ختم ہو چکے ہیں اور صرف ایک Value باقی ہے اور وہ ہے اقتدار، پیسے کی محبت۔ اور اس صورت حال اور اس بگاڑ سے کوئی پنجہ آزمائی کرنے کے لئے تیار نہیں، سارا ملک اور معاشرہ اصلاح اور سدھار سے مایوس نظر آتا ہے، یہ وہ خطرناک علامت ہے کہ جس سے ملک و قوم کبھی پنپ نہیں سکتے، اجتماعی بگاڑ نے پورے ملک کو کھوکھلا بنا دیا ہے اور ہر شخص اپنے ذاتی اغراض اور محدود مفادات کو پورے ملک پر ترجیح دے رہا ہے۔

انسانیت کو اس پر ماتم کرنا چاہئے اور انسانیت کے دعویداروں کو شرم کے مارے اپنی گردن جھکا دینی چاہئے، ہولناک حادثات پر پتھر

پگھل جاتے ہیں مگر ہمارے معاشرہ نے سنگ دلی کے ایسے نمونے پیش کئے ہیں کہ جن کی مثال دُنیا کے کسی ملک میں نہیں ملتی۔

ہم میں کتنے ادارے ہیں، کتنے مصنفین وادباء ہیں جنھوں نے انسان میں صحیح شہری احساس، انسانیت کا احترام، صحیح حب الوطنی پیدا کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے؟ آج صورت حال سے ہر شخص پریشان ومایوس ہے، ہر مجلس کا موضوع گفتگو آج کی ابتر صورت حال ہے، ہر شخص یہ کہتا ہے کہ نہ کھانے کا مزہ ہے نہ امن وامان ہے۔

میرے دوستو! ملک اس وقت شدید خطرے میں مبتلا ہے، باہر سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں، وہ زمانہ گزر گیا جب ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ کرتا تھا اور ایک قوم دوسری قوم کو غلام بناتی تھی، اس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا کہ آج کے حالات میں کوئی ملک دوسرے ملک پر قبضہ کرے، لیکن صورت حال ایسی ہے کہ ہر شخص پریشان ہے اور وہ کسی نجات دہندہ کا منتظر ہے، ہمارے ملک کے لوگ اس صورت حال سے اتنے تنگ آچکے ہیں کہ نہ تو آزادی کے اعلیٰ اقدار کا خیال کرتے ہیں اور نہ اس دانشمندانہ لٹریچر کی کوئی پرواہ کریں گے جو آزادی کی فضیلت میں لکھا گیا ہے اور نہ اس زمانہ کے مصائب کا خیال کریں گے جو انگریزوں کے دور میں یہاں کے رہنے والوں نے برداشت کئے، وہ تو اس صورت حال کے تبدیل کرنے کے خواہش مند ہیں، جو اس ملک کی آزادی سے پورا فائدہ اٹھانے میں مانع ہے۔

کسی ملک یا قوم کے تحفظ وبقاء کے لئے اور افراد کو خود غرضی، ظلم، بے ایمانی اور خیانت کے دل ودماغ میں یہ عقیدہ جاگزیں ہوجائے کہ ایک ایسی بالاتر ہستی ہے جو اندھیرے اُجالے میں میری نگراں ہے اور مجھے اس کے سامنے جواب دہی کرنی ہے تو وہ کوئی غلط کام نہیں کرسکتا۔ اصلاح کے لئے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں، یہ وہ اصل طاقت ہے جو چوروں کو پاسبان بناتی ہے۔

اس کے بعد کسی درجہ میں کوئی اس چیز کو تباہی سے بچاسکتی ہے تو وہ سچی حب الوطنی ہے، یہ احساس ہو کہ یہ ہمارا ملک ہے، ہمارا شہر ہے۔ خدانخواستہ کسی ملک میں یہ دونوں جذبے ختم ہوجائیں تو دُنیا کی کوئی طاقت اس کو تباہی سے بچانہیں سکتی، کوئی فلسفہ، اعلیٰ تعلیم، ایک دو یونیورسٹیاں کام آنہیں سکتیں ؎

نقشوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے

شہرۂ آفاق تصنیف
انسانی دنیا پر
مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر
چالیس سالہ کارکردگی کے موقع پر
اشاعتی تحریک
ہر پڑھے لکھے مسلمان تک پہنچانے میں
ہمارا تعاون فرمایئے
صفحات ۴۰۰۔ قیمت =/50 صرف رعایت بھی
مجلد، خوبصورت سرورق۔ روشن طباعت،
جدید ایڈیشن۔ ہم سے طلب کریں۔
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
پوسٹ بکس 119 ندوۃ العلماء لکھنؤ

ہندی زبان میں ماہنامہ
سچا راہی (ماسک) सच्चा राही
سماجی ● ادبی ● دینی ● اور تاریخی مضامین پر مشتمل
پیام انسانیت اور قومی اتحاد کا علمبردار
نیا شمارہ منظر عام پر آگیا ہے
مجلس صحافت ونشریات، ٹیگور مارگ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ (ندوۃ العلماء) لکھنؤ
قیمت فی شمارہ Rs. 9/= اعزازی چندہ Rs. 500/= سالانہ چندہ Rs. 100/=
نوٹ: چک/ڈرافٹ "سچا راہی" لکھنؤ کے نام سے ارسال کریں۔

ضمیر کی آواز

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

انسان کی نفسیاتی کیفیت کا وہ زندہ احساس جس کے ذریعہ سے وہ بھلائی اور برائی میں تمیز کرلیتا ہے اور جس کے سبب سے اس کے دل کے اندر سے خود نیکی کی دعوت کی آواز اُٹھتی ہے، غریب ولاچار آدمی کو دیکھ کر ہر شخص پر نظرۂ رحم کا جذبہ طاری ہوتا ہے، قاتل اور ظالم سے طبعاً ہر شخص کو نفرت ہوتی ہے یہ قلب کی فطری صلاحیت ہر انسان کے ضمیر میں ہے، ہر اچھے یا بُرے کام کرتے وقت اس کے دل کے پردہ سے تحسین یا نفرین کی آواز آتی ہے، لیکن بری صحبت، بری تربیت یا کسی خاص شدید جذبہ کے اثر سے یہ آواز اور اس کا اثر دب بھی جاتا ہے یہی سبب ہے کہ ہر گناہ کے پہلے پہل کرنے میں انسان خوف کھاتا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں لرزتے ہیں، وہ اپنی گنہگاری کے تخیل سے شدید ذہنی اذیت محسوس کرتا ہے وہ کبھی کبھی ندامت کے دریائے احساس میں غرق ہوجاتا ہے۔ اس کے ذکر سے اس کی خجالت کی پیشانی عرق عرق ہوجاتی ہے، لیکن جب وہ بار بار اپنے ضمیر کی اس آواز کو دباتا رہتا ہے تو وہ دب کر رہ جاتی ہے۔ اور اس کی پشیمانی اور ندامت کے احساس کا شیشہ اس ٹھوکر سے چور چور ہوجاتا ہے۔

یہ اثرات کس چیز کا نتیجہ ہیں؟ اسلام کے اصولِ اخلاق کی بناء پر اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں نیکی وبدی کے جو فطری الہامات ودیعت رکھے ہیں یہ اُس کے نتائج ہیں، قرآن کہتا ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا
ہر نفس میں اس کی بدی اور نیکی الہام کردی ہے (سورۃ الشمس)

وہ جذبہ جس کا نام ضمیر ہے اور جو ہم کو ہمارے ہر برے کام کے وقت ہوشیار کرتا ہے وحیِ محمدی کی اصطلاح میں اس کا نام نفسِ لَوَّامَہ (ملامت کرنے والا نفس) ہے یہ خود ہمارے دل کے اندر ہے سورۂ قیامت میں ہے۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (قیامہ ۲)
اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو انسان کو اس کی برائیوں پر ملامت کرتا ہے۔

آگے چل کر فرمایا:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (قیامہ ۱۵)

بلکہ انسان اپنے نفس پر آپ سمجھ بوجھ ہے گرچہ وہ اپنے اوپر طرح طرح کے بہانوں (کے پردے) ڈال لیتا ہے۔

نواس بن سمعانؓ انصاری ایک سال تک اس اثناء میں مدینہ میں ٹھہرے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کی حقیقت سمجھیں آخر ایک دن ان کو موقع مل گیا اور انھوں نے دریافت کیا، فرمایا "نیکی حسن اخلاق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک جائے اور تجھ کو پسند نہ ہو کہ تیرے اس کام کو لوگ جانیں" اسی طرح وابصہؓ بن معبد نام کے ایک صاحب خدمتِ نبویؐ میں نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرنے کی غرض سے آئے چاروں طرف جان نثاروں کا ہجوم تھا۔ اور وہ شوق وذوق میں سب کو ہٹاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، لوگ ان کو روک رہے تھے مگر وہ آگے بڑھتے ہی گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا "وابصہ قریب آجاؤ" جب وہ قریب جاکر بیٹھے تو فرمایا "اے وابصہ میں بتاؤں کہ تم کیوں آئے ہو، یا تم بتاؤ گے" عرض کیا کہ "حضور ہی ارشاد فرمائیں" فرمایا "وابصہ! تم مجھ سے نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرنے آئے ہو" عرض کیا "سچ ہے یارسول اللہ" فرمایا۔

یا وابصة استفت قلبك واستفت نفسك البرّ ما اطمأنّت اليه النفس واطمأنّ اليه القلب والاثم ما حاك فى القلب وتردّد فى النفس وان افتاك الناس (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۲۸)

اے وابصہ اپنے دل سے پوچھا کرو اپنے نفس سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس سے دل اور نفس میں طمانیت پیدا ہو، اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے، اور نفس کو ادھیڑ بن میں ڈالے اگرچہ لوگ تجھے اس کا کرنا جائز ہی کیوں نہ بتائیں۔

یہی وہ حاسۂ اخلاقی ہے جس کا نام لوگوں نے ضمیر کی آواز رکھا ہے۔

پہلے پہل جب انسان اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو اس کے دل کی صاف وسادہ لوح پر دماغ کا ایک سیاہ نقطہ پڑجاتا ہے

(باقی ص ۳۰ پر)

اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

• مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

امانت الٰہی :

بزمِ کائنات اپنی ساری دلفریب زینتوں اور دلکش آرائشوں کے ساتھ سج چکی، طلسم خانۂ فطرت اپنی تمام ندرتوں اور نیرنگیوں کے ساتھ تیار ہو چکا، نگارخانۂ موجودات کا ایک ایک نقش آب و رنگ کی جگمگاہٹ سے چمک اٹھا، اس وقت مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا سب سے زیادہ بے بہا، سب سے زیادہ عزیز الوجود گوہر "امانت الٰہی" کے نام سے کثرت کے بازار میں پیش ہوا، اور وحدت کے خلوت کدہ سے آواز آئی کہ "ہے کوئی جو اس گوہرِ شرف کا حامل بن سکے؟ ہے کوئی جو اس بارِ امانت کو اٹھا سکے؟ عالم ملکوت میں سناٹا چھا گیا، عالم ناسوت پر لرزہ پڑ گیا، پہاڑ تھرتھرائے سمندر کی موجیں رُک گئیں، ماہتاب اندیر گیا، آفتاب کی ہمت نے جواب دے دیا، اُونچے آسمان نے اپنے دوشِ ناتواں کو اس کا اہل نہ پا کر آنکھیں نیچی کر لیں، پھیلی ہوئی زمین اپنے عجز و درماندگی کے احساس سے سمٹ کر رہ گئی۔ اس وقت ضعیف و ناتواں، کمزور و حقیر، ظلوم و جہول خاک کا پُتلا آگے بڑھا، اور اپنی ہمت کے بازوؤں کو پھیلا کر یہ بارِ عظیم اپنے سر لے لیا۔

صبح محشر :

خاک نژادِ آدم کے بے شمار نسلیں پیدا ہوئیں، اور رخصت ہو گئیں، پھیلی اور بڑھیں اُبھریں اور مٹیں، یہاں تک کہ عالمِ عنصریات کی شبِ دراز ختم ہوتی ہے، اور صبحِ محشر کا طلوع ہو جاتا ہے۔ کمزور و جلد باز، خطا کار و نسیان شعار انسان طلب ہوتا ہے، اور اس کا ہر فرد "امانت" کا حساب سمجھانے حاضر ہوتا ہے۔ افراد کی تعداد حدِ شمار سے خارج ہے، ریاضی کا ہر عدد سب کی گنتی بتانے سے قاصر ہے، اچھے اور بُرے، فاسق و فاجر، مومن و کافر، عالم و جاہل، شاہ و گدا، امیر و فقیر، حکیم و شاعر، عابد و زاہد ولی و درویش، سب ایک ایک کر کے صف در صف حاضر ہو رہے ہیں لیکن کسی ایک کا بھی نامۂ عمل فطرت کے محاسبہ پر پورا نہیں اترتا کسی ایک کا بھی دامنِ امانت، خیانت کے داغ سے پاک نظر نہیں آتا، کسی ایک کی بھی فرد اعمال ایسی نہیں جو دعوے کے ساتھ پیش ہو سکے۔ ہر سمت حسرتیں، ندامتیں پشیمانیاں اور پریشانیاں ہیں، زاریاں اور بے قراریاں، افسردگیاں اور غمگینیاں ہیں، انتہا یہ ہے کہ وہ نفوسِ قدسیہ تک جو دوسروں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے خلق ہوئے تھے۔ اور جو عرش کا پیام لے کر فرش پر آئے تھے۔ آج اپنی اپنی حالت میں گرفتار ہیں اور زبانوں پر نفسی نفسی کا وظیفہ جاری ہے۔

گستاخ و شوخ چشم انسان اس وقت بھی تمرد و خیرہ سری سے باز نہیں رہتا۔ اور سوال کر بیٹھتا ہے کہ ایسی ناقص ہستیوں کے وجود میں لانے کا کیا ثمرہ تھا، جن میں سے کوئی ایک بھی معیارِ کمال پر پوری نہیں اُترتی؟ اس بے شمار انبوہ کو خلعتِ وجود سے مشرف کرنے کا کچھ بھی حاصل تھا، جس کی ایک فرد بھی اپنے مقصدِ آفرینش کو پورا نہ کر سکی؟ حریمِ قدس سے آواز آتی ہے کہ دیکھ اے جاہل انسان اور اپنی جہالت کا اقرار کر۔ سُن اے نادان آدم زاد اور اپنی نادانی پر شرما۔ یہ پیکرِ نورانی جو تیرے سامنے عرصۂ محشر میں موجود، اپنی ذات کی طرف سے فارغ و مطمئن اور دوسروں کے نجات دلانے کی کوشش میں مصروف و سرگرم نظر آ رہا ہے۔ تیری ہی طرح ایک انسان تھا۔ تیری ہی طرح اس کا خمیر بھی آب و گل سے تھا۔ تیری ہی طرح خاک کے ذرّوں سے اپنے جسدِ عنصری کی ترکیب رکھتا تھا، لیکن ہمارا عبد کامل تھا، ہماری امانت کا پورا امین اور اپنے عہد کو نباہنے والا، قیدِ عناصر میں داخل ہونے سے قبل ہر وقت ہماری حمد و ثنا میں مشغول رہا، تو ہم نے احد (بہت تعریف کرنے والا) کے نام سے پکارا، اور اس کا صلہ یہ دیا کہ جب عالمِ آب و گل میں پابند بنا کر بھیجا تو اس کا لقب مُحَمَّدٌ (بہت تعریف کئے گئے) رکھا۔ دیکھ اے غافل انسان کہ آج نہ صرف ہم اپنے اس سب سے اچھے اور سب سے پیارے بندہ کو کیا درجہ نصیب کرتے ہیں بلکہ جس کسی نے اس کی پیروی کی بھی کوشش کی، اس کے لئے بھی آج ہمارے ہاں کیا کیا سرفرازیاں اور سربلندیاں موجود ہیں۔

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ جایئے حکیموں اور داناؤں کے سوانح حیات پڑھ جایئے — درویشوں اور عالموں کے کارناموں پر نظر کر جایئے، حضرات انبیاء علیہم السّلام کی دعوتوں سے واقفیت حاصل کر لیجئے، دنیا کی

بڑی سے بڑی اصلاح، بڑے سے بڑے انقلاب بڑے سے بڑے اجتہاد کا مطالعہ کر جایئے، ہر اصلاح ہر دعوت، ہر تبلیغ، کسی نہ کسی ملک، کسی نہ کسی قوم کی نہ کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص و محدود آپ کو ملے گی حضرت یوشعؑ صرف بنی اسرائیل کے گلّوں کے بھیڑوں کو بچانے کے لئے آئے تھے، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ سب کا روئے سخن صرف اپنی اپنی قوم کی جانب تھا۔ دنیا کے اس عالمگیر کلیہ سے اگر کوئی استثناء ہو سکتا ہے تو وہ محمد عربی — (روحی فداہ) کی دعوت و پیام کا تھا۔ رسولِ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دعوت کسی ایک مُلک کسی ایک قوم، کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں، ہر ہر مُلک، ہر قوم، ہر زمانہ کے لئے ہے۔ تمدن انسانی کی ہر سطح کے متناسب حالت بشری کے ہر درجہ کے لئے موزوں اور معاشرت قومی کی ہر شان کے شایاں۔

کمال اور ختمِ نبوت :

سیّد المرسلین کا ایک لقب خاتم النبیینؐ بھی ہے۔ ختمِ نبوت کے معنیٰ بالکل واضح ہیں جب ایک پیام اس قدر جامع و مکمل آ چکا کہ اب اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہی نہیں باقی، تو کسی جدید پیام کا آنا سرے سے بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ پیام کی ہمہ گیری کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ آئندہ کے لئے سلسلۂ پیامات منقطع۔ عرب کے اُمّی کے لائے ہوئے پیام نے علی الاعلان اپنا دعویٰ ساری دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ کہ میں ہر امکانی ضرورتِ زندگی کے لئے مکمل ہدایت نامہ ہوں اور آج تک بڑے سے بڑا مخالف بھی اس دعویٰ کو کسی دلیل سے جھٹلا نہ دے سکا۔

پیام و پیامبر :

اس قدر جامع و مکمل پیام کے لئے ضروری تھا کہ اس کے لانے والے کی ذات بھی ہر حیثیت سے کامل و مکمل ہو، اللہ کا پیام لکھا لکھایا، مرتب کتاب کی شکل میں بھی کسی پہاڑ یا درخت پر آسمان سے اُتر سکتا تھا، لیکن حکیم مطلق کی مشیت نے "پیام" اور "پیامبر" دونوں کو ایک دوسرے کے لئے بطور لازم و ملزوم قرار دیا۔ اور دونوں کو ایک دوسرے کی تصدیق کا ضامن لیکن ترتیباً پیامبر کا وجود پیام پر مقدم ہے۔ دنیا کا یہ آخری ہادی و رہنما پورے چالیس برس اپنے ہم جنسوں کے درمیان رہ لیا، جب جا کر اس پر پیامِ حق نازل ہونا شروع ہوا۔ اور اس کے بعد تیئس ۲۳ سال کی مدت اور اس نے اپنے ہی جیسے انسانوں کے درمیان گزار دی اس کی پاک و پاکیزہ زندگی اس وقت بھی دشمنوں کے لئے ایک کھلے ہوئے چیلنج کی طرح موجود رہی، کہ کوئی اُٹھے اور اس میں عیب نکالے، کوئی بڑھے اور اس پر حرف گیری کرے، ابوجہل اور ابولہب جیسے دشمن اُٹھے اور بڑھے۔ لیکن اس مقدس سیرت اس پاکیزہ زندگی اور اس پاک معاشرت میں ایک بات بھی قابلِ گرفت نہ پا سکے۔

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ بنا کر نہیں بھیجے گئے کسی دوسرے عالم کی مخلوق کی حیثیت سے نہیں اتارے گئے۔ حوائجِ بشری سے بے نیاز ہو کر نہیں مبعوث ہوئے، انسان بنا کر بشریت کے تمام اوصاف و لوازم تمام احتیاجوں اور ضرورتوں کے پابند بنا کر اس ظلمت کدۂ گیتی کو مطلع انوار کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ شادیاں آپ نے کیں، ایک نہیں کئی کئی اولادیں آپ کی متعدد ہوئیں، بعض زندہ رہیں اور بعض نے حضورؐ کے سامنے وفات پائی۔ دوست بھی حضورؐ کے بہت سے تھے، اور دشمن بھی تھے، مخلصین کا بھی ایک گروہ تھا، اور منافقین کا بھی، عشرت کا بھی زمانہ گزرا اور خوشحالی کا بھی، لڑائیاں بھی بہت سی ہوئیں اور امن کا زمانہ بھی گذرا۔ محاربات میں کبھی فتح بھی ہوئی اور کبھی اس کے برعکس خلقت کے روادار کار کا بھی تجربہ فرمایا۔ اور مقبولیت و مرجعیت کا بھی غرض انسانی زندگی میں گرم و سرد، نشیب و فراز کے جتنے مواقع پیش آ سکتے ہیں سب سے ہو کر وہ پاک و طاہر زندگی گزری اور اس طرح بے داغ گزری کہ آج محض اس کا مطالعہ سارے عالم کے لئے ایک مستقل درس بن سکتا ہے۔

جامعیت :

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک کی یہ جامعیت صرف اس لئے تھی کہ ہر فرد و بشر اس نمونہ کو اپنے پیشِ نظر رکھے اور جہاں تک اس کی طرف وسائط اجازت دے انھیں قدموں کے نقشِ پر چلے۔ گلستانِ دہر میں بار بار روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ لیکن موسمِ ربیع کا یہ گلدستہ ایسا ہے جو ہر ملک، ہر زمانہ، ہر قوم کے مشامِ جاں کو معطر رکھے گا! آج دنیا کی سب سے بڑی شامت یہی ہے کہ اس نے سب سے زیادہ کامل و مکمل نمونہ کی طرف سے قطع نظر کر لی۔ غیروں کا ذکر نہیں خود ہم کلمہ گویانِ اسلام کی بدبختی یہی ہے کہ ہم نے آفتابِ ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں یا تو اندھیرے میں ڈال رکھا ہے اور یا اگر روشنی کی طلب ہے بھی تو ٹمٹماتے ہوئے چراغوں اور لالٹینوں پر قناعت ہے،

ہم میں سے آج کتنے بدبخت مسلمان ایسے ہیں جو خوبی و کمال کا معیار یورپ کے طور و طریق کو سمجھ رہے ہیں۔ قومی تعلیم اس لئے ضروری ہے کہ یورپ میں اس کا رواج ہے معاشرت کو اعلیٰ معیار پر اس لئے لانا چاہیئے۔ کہ یورپ کا طرز یہی ہے، سود خواری اس لئے بہتر ہے کہ یورپ اسی ذریعہ سے ترقی کر رہا ہے

یہ ہمارے دماغوں کا ایک عام طرز استدلال ہو گیا ہے اس سے اثر کردہ طبقہ ہے جو مذہبی سمجھا جاتا ہے۔ ان بے چاروں کی شامت یہ ہے کہ بجائے سرکار رسالتؐ کے اکتساب فیض کرنے کے انھوں نے ساری جستجو، اور تگ و دو محض کسی عالم یا درویش تک محدود کر رکھی ہے۔ حالانکہ کوئی اُستی کتنا ہی بلند پایہ ہو۔ ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

اگر آج ہم اس بڑے "امین" کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تو ہم میں خیانت و بد دیانتی کا گذر نہ ہوتا اگر آج ہم اس "رؤف الرحیم" کے پیرو ہوتے تو ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی جانب سے بے اعتمادی و بدگمانی نہ ہوتی، اگر آج ہم نے اس غار حرا کے بیٹھنے والے کے آثار مبارک کو اپنا سرمہ چشم بنایا ہوتا تو ہمارے باطن میں کسی قسم کی گندگی باقی نہ رہ جاتی۔

اگر آج ہم فاتح بدر کی عظمت دل سے کرنے والے ہوتے تو مخالفین کے مقابلے میں ہمیں شکستیں نصیب ہوتیں اگر آج ہم رحمۃ للعالمین کے پیام پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہوتے تو اپنی جیسی مخلوقات کے ساتھ ہمیں بیگانگی و مخالفت نہ ہوتی۔ اگر آج اپنے سچ بولنے والے اور سچ کے برتنے والے ہی کے طریقہ پر ہم قائم ہوتے تو جھوٹ کا ہماری آبادیوں میں نام و نشان ہی نہ ہوتا۔ اگر آج ہم کو اسم پاک احمدؐ کی لاج ہوتی اللہ کی حمد و ثنا سے ہمیں اس قدر گریز نہ ہوتا۔ اگر آج ہم کو اسم گرامی محمدؐ سے عملاً کوئی واسطہ ہوتا تو اپنی موجودہ پستی و بدنامی سے یہ مراحل دور ہوتے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
اقبال

(بقیہ)
گجرات المیہ پر...

کے سینئر سابقہ وزیر اعلیٰ نریندر مودی پر دباؤ ڈال کر اقلیت کش فسادات کو رکوائیں۔

● مختلف سیاسی پارٹیوں کے سینئر لیڈروں سمیت ملک کے مشہور و معروف ادیبوں، صحافیوں، فلمی اداکاروں، رضاکارانہ سماجی اور مزدور تنظیموں کے سیکڑوں کارکنوں نے گجرات میں تشدد و فساد کے خلاف اور ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لئے ۱۳ مارچ کو ایک ریلی نکالی، اس امن ریلی میں کانگرس پارٹی کی صدر سونیا گاندھی مارکسی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری ہرکشن سنگھ سرجیت، ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری اے بی برد ھن، سماج وادی پارٹی کے قومی جنرل سکریٹری امر سنگھ، سابق وزیر اعظم وشوناتھ پرتاپ سنگھ اور اندر کمار گجرال، فلمی اداکارہ اور ممبر پارلیمنٹ شبانہ اعظمی سمیت کثیر تعداد میں اہم شخصیات نے حصہ لیا۔ ریلی کے دوران گجرات کے واقعات کے لئے مرکزی وزیر داخلہ اڈوانی اور ریاست کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کے استعفے اور وشو ہندو پریشد آر ایس ایس اور بجرنگ دل پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔

(بقیہ)
خدا پر مکمل بھروسہ

ایک دوسری چیز جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قرن اول اور اس کے بعد کی صدیوں میں بھی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کوئی بڑا اقدام کرنے سے پہلے یا کسی غیر معمولی واقعہ اور نازک حالات میں جس میں مسلمانوں کے لئے بظاہر خطرہ نظر آتا ہے وہ پہلے اپنی طرف سے اطمینان کر لیتے پھر اس کے بعد گرد و پیش کا جائزہ لیتے۔ وہ یہ دیکھتے تھے کہ ہم میں معصیت تو عام نہیں ہو گئی ہے ہماری صفوں میں اختلاف و انتشار تو نہیں۔ ہمارے اندر حرص و طمع اور دنیا کی محبت تو پیدا نہیں ہو گئی ہے اس طرف سے اطمینان ہو جاتا تھا تو ان کا تردد دور ہو جاتا تھا اور وہ محسوس کر لیتے تھے کہ "اذن لا یضیعنا" یعنی پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔

یہ انداز فکر وہ "شاہ کلید" ہے جس سے زندگی کا ہر قفل کھل سکتا ہے، ایک ایک چیز کے لئے فریاد کرنے، در در ہاتھ پھیلانے اور ہر کس و ناکس کی خوشامد کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے ایمان، اپنے اخلاص، اپنے عمل اور اپنی قربانی سے اس خدا کو راضی کرنے کی فکر کی جائے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور جس کے حقیقی نام لیواؤں اور جس کے نبی کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتیں اور حکومتیں ان کے سامنے مٹی کے گھروندوں اور سنگریزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا
اکبر

صحافت عصر حاضر میں

حضرت مولانا سید سلمان الحسینی ندوی

صحافت کی اہمیت

عصر حاضر میں وسائل نشر و اعلام اور ذرائع ابلاغ کو جو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، موجودہ صحافت نہایت ہمہ گیر اور مؤثر ترین سطح پر پہنچ چکی ہے۔ آج اس سے وہ کام لئے جا رہے ہیں جو بمبار طیاروں اور دور مار میزائیلوں سے نہیں لئے جا سکتے۔ اہل خلوت و اہل سیاست کے ذہن بنانا، ان کی رایوں کو تیار کرنا، حکومتوں کی ساکھ گرانا یا بڑھانا، تدابیر سوجھانا، حوصلہ افزائی یا ہمت شکنی کرنا یہ سب کام آج کی صحافت انجام دے رہی ہے۔ اچھے کردار کی مالک شخصیتوں کو صحافتی شعبدہ بازی کے ذریعہ ذلیل و رسوا بنانا، اور قاتل و ظالم لوگوں کو ملک و قوم کا مخلص خادم اور غمگسار ثابت کر دینا، کسی کی کرسی متزلزل کر دینا، کسی کی کرسی مضبوط بنا دینا موجودہ صحافت کا وطیرہ بن گیا ہے۔ آج کا انسان صرف وہی سنتا اور مانتا ہے جو صحافت، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ویڈیو، فلم، اور پمفلٹ اس کو دکھاتے یا سناتے ہیں کیوں کہ دنیا کو، اور اپنے قریب و بعید کے انسانوں اور ان کے معاملات کو جاننے کے صرف یہی ذرائع ہیں اور یہ ذرائع خاص ہاتھوں میں ہیں اور خاص ذہنوں کے پابند ہیں جو اپنے مخصوص مقاصد رکھتے ہیں، وہ ان مقاصد کے لئے دروغ گوئی، ملمع سازی، الٹ پھیر، اور سخن سازی کے ہر طرح کے طریقے اختیار کر لیتے ہیں۔

اور یہ ایک نفسیاتی کیفیت ہے کہ ایک بالکل معمولی خبر بار بار بڑی اہم صورت بنا کر پیش کی جائے تو سیکڑوں افراد بے ساختہ یقین کرنے لگیں گے، اور اب مسئلہ سیکڑوں کا نہیں رہا۔ اب معیاری روزنامے روزانہ کئی کئی لاکھ نسخوں کی تعداد میں نکلنے لگے ہیں، ایسے اخبارات میں کوئی بھی خبر چھ، سات لاکھ آدمی بیک وقت پڑھتے اور یقین کر لیتے ہیں۔

بعض حکیمانہ کتابوں میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار چند شاطر افراد نے ایک شخص سے بکرا چھیننے کا پلان بنایا جو اسے رسی میں باندھے لیے چلا جا رہا تھا۔ انھوں نے طے کیا کہ ان میں سے ہر ایک اس بکرے والے کے پاس سے باری باری گذرے اور کوئی ایسی بات کہے جس سے یہ اندازہ ہو کہ وہ بکرا نہیں کتا ہے۔ چنانچہ پروگرام کے تحت پہلا چور آیا اور اس نے کہا کہ جناب آپ کا کتا بڑی اچھی نسل کا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا آیا اور بولا: جناب والا! آپ کے کتے کی آنکھیں بڑی چمک دار معلوم ہوتی ہیں۔ تیسرا آیا اور بولا: حضرت! آپ کے اس کتے کی کیا قیمت ہوگی؟ اسی طرح چوتھا اور پانچواں بھی آیا، اور کوئی نہ کوئی ایسا لفظ ضرور کہا جس سے معلوم ہو کہ یہ کتا ہے، بکرا نہیں۔ چنانچہ اس شخص نے وہم اور آسیب سمجھ کر بکرے کو چھوڑ دیا، کہ وہ غالباً دھوکے میں کتے کو بکرا سمجھ کر لے جا رہا ہے، وہ یہ سمجھا کہ مجھ پر جنون کا اثر یا شیطانی سایہ پڑ گیا ہے تبھی تو مجھے کتا بکرا نظر آ رہا ہے۔

موجودہ حالات میں بھی صحافت کا اور ریڈیو کا یہی اصول اور شعار ہے کہ وہ غیر اہم اور بے بنیاد بات کو بھی اتنی طاقت سے اچھالتے ہیں کہ وہ اہم ترین اور بالکل صحیح اور نتیجہ خیز بات معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس بھی کرتے ہیں، اور بہت سی باتوں کو ان کے صحیح حال میں بھی نہیں پیش کرتے ہیں تاکہ ان کا غلط اس میں چھپ سکے۔

عالمی صحافت یہودیت کے چنگل میں

باوجودیکہ یہودیت آج دنیا میں بہت قلیل تعداد میں پائی جاتی ہے، اس کے باوجود وہ عالمی صحافت اور ذرائع ابلاغ پر پوری طرح قابض ہیں۔ دنیا کے تمام ملکوں خصوصاً عالم اسلام میں وہ بارودی سرنگوں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ حقائق کو مسخ کر کے اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں یہودی صحافت کو خاص ملکہ حاصل ہے۔ وہ جس واقعہ کو جس رنگ میں پیش

کرنا چاہتے ہیں پیش کرتے ہیں، پوری دنیا میں مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے، مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، اور اگر کہیں اتفاق سے کسی یہودی کے تلووں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو اسے صفحۂ اول میں جلی سرخیوں میں شائع کرتے ہیں۔

کوئی بھی مسلم حکمراں، یا امیر جب کوئی ایسا اقدام کرتا ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہونچتی ہو تو اس کے خلاف آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں، اور بنیاد پرستی، تاریک خیالی، ظلم و بربریت کا الزم لگاتے ہیں۔ اور دنیا کے سامنے اسے اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ گویا یہی پوری انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ البتہ ان سیاست دانوں اور حکمرانوں کی مدح سرائی میں ضرور زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں جو ان کے خونی ہاتھوں کا کھلونا بنے رہتے ہیں، اور ان کے ناپاک عزائم کی تکمیل اور صیہونی منصوبوں کی تنفیذ کے لئے آلۂ کار بنے رہتے ہیں۔

عصر حاضر میں ہر اسلام پسند کو رجعت پسند، اصول پرست، دقیانوس، تشدد پسند، دہشت گرد، فنڈامنٹلسٹ، انسانی حقوق کو پامال کرنے والا، جیسے القابات سے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خود امریکہ کے اندر یہودی بہت معمولی تعداد میں ہیں، مگر وہاں کی بھی سیاست کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھوں میں ہے امریکہ کی خارجہ پالیسی انھیں کے اشارۂ ابرو پر طے پاتی ہے۔ وہ جس کو پسند کرتے ہیں اس کے لئے ایسی صحافتی و مالی تقویت کا ذریعہ بنتے ہیں کہ وہ کرسیٔ صدارت تک پہنچنے کا آسان راستہ پالیتا ہے۔ اور جسے ناپسند کرتے ہیں اس کی خوبیاں صلاحیتیں، اور فائدہ مندی کچھ کام نہیں دیتی، اور وہ کرسی حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے، اور یہی وہ داخلی محرک ہے جو امریکہ کو اسرائیل کی پشت پناہی اور حمایت پر مجبور کرتا ہے، حالانکہ امریکہ کی غالب آبادی عیسائیت اور سیاہ فاموں اور مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

یہودی صحافت کی کامیابی کا راز

اور اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ پڑھنے لکھنے، تحقیق و مطالعہ اور بحث و نظر میں کافی جاں فشانی اور عرق ریزی سے کام لیتے ہیں، اور کسی بھی خاص موضوع سے متعلق تحقیق کے نقطۂ انتہاء تک پہونچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ جو بھی رائے پیش کریں اس میں ایک وزن ہو۔ انہیں وجوہات کی بنیاد پر جب وہ کسی نظریہ اور فکر کو علمی حلقے میں پیش کرتے ہیں تو ان کے علمی رعب سے متاثر ہوکر ان کی رائے کو لوگ وزنی سمجھنے لگتے ہیں، اس سلسلے میں انسانی نفسیات کا سمجھنا مفید ہے۔ سامع یا قاری کی صلاحیت، فہم و لیاقت، صلاحیت اخذ، اور پسند و ناپسند کی نفسیات کو سامنے رکھنا مفید ہوتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی تعلیم و ثقافت میں صحافت و ذرائع ابلاغ کو انہی اصولوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ اور چونکہ وہاں کے ہر ذرائع ابلاغ پر یہودی غالب ہیں لہٰذا اس کا فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں، اور اٹھا رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے کلیدی منصوبوں پر یہودی طویل پلاننگ اور سخت فکر و تدبر سے پہنچے ہیں، اور پہنچ جانے کے بعد اب ذہنوں کی کنجی ان کے ہاتھوں میں ہے۔

مغربی صحافت کا یہ حال ہے کہ اس وقت وہاں کا ہر اخبار تقریباً ڈیڑھ دو لاکھ کی تعداد میں چھپتا ہے، اور ہر نسخے کو پڑھنے والے بھی دو تین افراد ہوتے ہیں، اس طرح ایک اخبار سے کم از کم تین چار لاکھ افراد متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ اخبارات عموماً کئی درجن صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں اور تعطیل کے روز یہ صفحات سو ڈیڑھ سو صفحات تک متجاوز ہوجاتے ہیں، اس کے باوجود ان کی قیمت وہی عام قیمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اخبارات کا یہ خسارہ دراصل اشتہارات سے پورا ہوجاتا ہے۔ اور اخبار حقیقت میں اس کے بغیر اپنے مصارف کو پورا نہیں کرپاتا، یہ بات دنیاوی اور غیر دینی اخبارات کو زیادہ حاصل ہے۔ پابند اخلاق واقدار کو کم حاصل ہے۔ لیکن پابند اخلاق واقدار اخبارات کی سرپرستی اصلاح پسند ادارے اور نیک مقاصد کے حامل سرمایہ دار کرسکتے ہیں۔ اس طرح دنیا میں خیر کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

روزناموں کے صفحات کی یہ بڑی تعداد اسی لئے ہوتی ہے کہ ان میں ہر قسم کی معلومات شامل ہوتی ہیں، اس کے الگ الگ صفحات اور ابواب ہوتے ہیں تاکہ جس کو جس موضوع سے دل چسپی ہو اس کا مطالعہ کرے۔ مثلاً سیاسی، اقتصادی، تجارتی، ثقافتی، ادبی، تاریخی، تنقیدی، سماجی اور اشتہاری وغیرہ، ایک موضوع کو پڑھ کر ایک آدمی چھوڑ دیتا ہے۔ اور دوسرا شخص اسی اخبار سے دوسرے موضوع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

اسلامی صحافت

اسلامی صحافت عصر حاضر میں وسیع پیمانہ پر نہیں چل رہی ہے۔ مغربی صحافت کے مقابلے میں تو بہت پیچھے ہے، لیکن ادھر کچھ دنوں سے اسلامی صحافت نے بلاد عربیہ میں اچھی ترقی کی ہے، عربی ممالک جو دولت مند ہیں ان کے اہل خیر کی سرپرستی اسلامی صحافت کو خاصی ملنے لگی ہے، اسی سے ان کو تقویت پہونچی۔ یہ صحافت کہیں کہیں مغربی صحافت کے معیار کو چھونے لگی ہے، اور وہ اثر انداز بھی خاصا ہونے لگی ہے۔ آج عالم اسلام خصوصاً عالم عربی سے سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں رسائل و جرائد نکل رہے ہیں، ان میں سے متعدد جو اپنے ظاہری محاسن اور رنگ و جمال کے ساتھ ساتھ معنوی خوبیوں میں بھی ممتاز ہوتے ہیں۔ ان پرچوں کو کسی بھی مغربی پرچے کے بالمقابل پیش کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی صحافت امت اسلامی کے اتحاد کا علامتی نشان ہے

موجودہ اسلامی صحافت درحقیقت امت اسلامی کی یک جہتی، یگانگت، اور اتحاد کے لئے نمیز کا کام کرنے لگی ہے۔ آج ملت اسلامیہ کے بہت سے نوجوان عموماً اس نقطۂ نظر سے عالمی تبدیلیوں، اور بین اقوامی حوادث کو دیکھنے لگے ہیں، جس کی جانب نئی نسل کو متوجہ کرنا ضروری تھا۔ اسلامی صحافت اس عمل کو انجام دے رہی ہے۔ ان کے سوچنے اور سمجھنے کا انداز بھی بدلتا جارہا ہے، اور وہ آہستہ آہستہ مغربی زبان میں گفتگو کرنے کے بجائے، عزت نفس، اور خودداری کی زبان میں گفتگو کرنے لگے ہیں۔ دین سے شغف بڑھ رہا ہے، ہر طرف اسلامی لہر، اسلامی بیداری، اسلامی انقلاب، اسلام پسندی، اسلام کی واپسی کے نعروں کی جو صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے وہ بھی اسلامی صحافت کی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

اسلام پسندوں کے غلغلہ سے مغربی اور یورپی حکمرانوں خصوصاً وہائٹ ہاؤس کے مکینوں کی نیند حرام ہونے لگی ہے۔ چنانچہ تاریخ میں پہلی مرتبہ یہودیت اور عیسائیت ایک پلیٹ فارم سے اسلام پر حملہ آور ہورہی ہیں۔ بہت سے اسلامی ملکوں میں اسلامی حدود اور شرعی قوانین کے نفاذ کی بات کہی جارہی ہے۔ یہ سب کچھ اسلامی صحافت کی دین ہے، اسلامی صحافت کے حرکت میں آنے کی وجہ سے ہمیں اصل حقائق سے واقفیت بھی ہوتی ہے، ورنہ کیسے معلوم ہوتا کہ عراق، فلسطین، بورما، فلپائن، الجزائر، صومال، روسی جمہوریاؤں خصوصاً بوسنیا، اور آذربائیجان وغیرہ میں کیا ہورہا ہے؟

مغربی ذرائع ابلاغ ان تمام خونچکاں مظالم اور وحشت و بربریت پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں۔ جو مغربی بھیڑیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے اوپر ڈھائے جاتے ہیں۔ مگر آج اسلامی صحافت ان کے جھوٹ کا پول کھول دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان رسائل و اخبارات نے ملت اسلامیہ کو ایک رسی سے منسلک کردیا ہے۔ مگر پھر بھی اسلامی صحافت کے اندر ابھی بہت سی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں اسلامی صحافت میں ایک عنصر خراب رول انجام دے رہا ہے یہ عنصر صرف نفع بٹورنے اور مالی فائدہ حاصل کرنے کو مقصد بنائے ہوئے ہے۔ اور سنسنی خیزی کو اس کا ذریعہ بنائے ہوئے ہے۔ اس کو اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ شریف اور باوقار لوگ بے عزت ہوجائیں، اور اسلام کے فرزندوں کی ذلت و رسوائی کا سامان ہو، ان کو تو اپنی سنسنی خیزی سے رائی کا پربت اور پربت کا رائی بنانا ہے، تاکہ ان کا اخبار فروخت ہو، اور عوام اس کی سنسنی خیزی سے متاثر ہوکر اس پر ٹوٹ پڑیں، اور خوب بکے، یہ اسلامی صحافت نہیں ہے، یہ نام نہاد مسلم صحافت ہے، جو افسوس ہے کہ کامیاب چل رہی ہے۔

جدید صحافت کے رجحانات

ہمارے سامنے سب سے اہم مسئلہ جدید صحافت کے مزاج و میلانات و مقاصد، اور اس کے ظاہر کے پیچھے جو باطن ہے اس کا سمجھنا ہے۔ ورنہ ہم فائدہ اٹھانے کے بجائے نقصان اٹھائیں گے۔ اور پوری قوم کو بھی نقصان سے دوچار کریں گے۔ صحافت کیا ہے؟ اس کے اصول و طریقے اور مؤثر ڈھنگ کیا ہیں؟ اس کی راست بازی اور عیاری کیا ہے؟ اور پڑھنے والوں پر اس کا اثر کن کن راستوں سے ہوتا ہے؟ ان سب کا علم ضروری ہے۔

صحافت کے مختلف میدان عمل ہوتے ہیں، مثلاً سیاسی میدان۔ اس میں ایڈیٹر یا مقالہ نگار عموماً کسی سیاسی رجحان کی نمائندگی کرتے ہیں، اور بہت سے اپنی بات کہتے ہیں، اگر کسی

سیاسی جماعت سے منسلک ہیں۔ تو اس کی حریف جماعت کے خلاف نئے نئے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی صحافت عام طور پر روزنامہ سہ روزہ اور ہفتہ وار پرچوں کے ذریعہ چلتی ہے۔ دوسرا میدان ثقافتی ہے۔ جس میں مقصد معلومات بہم پہونچانا، خبریں اور ثقافتی امور سے واقف کرانا ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح سے تربیتی وادبی کام ہے، یہ صحافت عام طور پر ہفت روزہ، اور پندرہ روزہ اور ماہانہ سطح پر کی جاتی ہے۔ تیسرا میدان اصلاحی، اخلاقی و دینی ہے۔ اس میں اصلاح حال اور اخلاق ودین کی طرف مائل کرنا، اور غلط راستوں سے ہٹانا، اچھے راستوں کی رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔ یہ صحافت بھی عموماً ہفت روزہ، اور ماہانہ ہوتی ہے، اور یہ دعوتی و تربیتی کام ہے، چوتھا میدان کسب معاش اور نفع اندوزی کا ہے۔ اس میں صحافت کو اپنے ذاتی معاش کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ چھپتے ہوئے موضوع کو اختیار کرتی ہے، اور جاذب نظر اور نفس انسانی کو متوجہ کرنے والے موضوعات اور اسلوب کو اختیار کرتی ہے۔ اقتصادی صحافت، یہ پانچواں میدان ہے۔ اس میں مالی انتفاع اور مالی ترقی کے مقصد سے باتوں کو مرتب کیا جاتا ہے، اور مضامین کو ڈھالا جاتا ہے۔ اس میں خیر وشر، سچ جھوٹ، اخلاص و عیاری کے درمیان فرق نہیں کیا جاتا، بس جس طرح نفع ہو وہ کیا جاتا ہے۔ بہر حال صحافت کا جو بھی میدان ہو اس میں مدیر یا صاحب قلم ایک مخصوص ذہنی مقصد کو لے کے چلتا ہے۔ اور تمام مضامین اور مقالوں کو اسی کے تحت رنگ کر پیش کرتا ہے۔ اور قاری رفتہ رفتہ غیر محسوس طریقے سے اس کے افکار وتصورات کا ہم نوا بن جاتا ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم صحافت کے اصول ومزاج کو سمجھیں، اور ان حدود کا تعین کریں جن میں رہ کر ہمیں کام کرنا ہے۔ نیز اپنے اندر اتنی استعداد بھی پیدا کریں کہ اپنی فکر کو تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے طاقتور اور ٹھوس انداز میں پیش کرسکیں۔

اتحاد:-

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے پھر رسول اللہؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں (اور اس عمل سے یہ سمجھایا کہ مسلمانوں کو اس طرح آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہنا چاہئے اور ایک دوسرے کی قوت کا ذریعہ ہونا چاہئے۔

(بخاری)

ایمان کی حقیقت

حضرت عمر بن الخطابؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم صحابہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے درمیان آیا جو کہ نہایت صاف ستھرے اور سفید کپڑوں میں ملبوس تھا اور اس کے بال نہایت سیاہ اور چمک دار تھے اس شخص پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی (کہ اسے کہیں سے سفر کرکے آیا ہوا کوئی اجنبی شخص سمجھا جاتا) اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (جس کا یہ مطلب تھا کہ وہ کوئی مقامی شخص یا کسی کا مہمان بھی نہیں تھا)۔ بہر حال وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب آکر بیٹھا کہ آپ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملالیے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی (نسائی کی روایت ہے کہ پھر اس نے اپنے ہاتھ آں حضرتؐ کے زانوئے مبارک پر رکھے) دونوں رانوں پر رکھ لیے۔ (جیسے ایک سعادت مند شاگرد اپنے جلیل القدر استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے اور استاد کی باتیں سننے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہوجاتا ہے) اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد! مجھ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمایئے۔ آں حضرت نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس حقیقت کا اعتراف کرو اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور پھر تم پابندی سے نماز پڑھو (اگر صاحب نصاب ہو) تو زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور زاد راہ میسر ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس شخص نے یہ سن کر کہا آپ نے سچ فرمایا حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس (تضاد) پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص (ایک لاعلم آدمی کی طرح پہلے تو) آپ سے دریافت کرتا ہے اور پھر آپ کے جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے (جیسے اسے ان باتوں کا پہلے سے علم ہو) پھر وہ شخص بولا اے محمد! اب ایمان کی حقیقت کو بیان فرمایئے آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور تقدیر پر یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب نوشتہ تقدیر ہے۔ ○

خدا پر مکمل بھروسہ

مولانا محمد الحسنی رحیم

ذیل کا مضمون مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مضمون ہے جو انھوں نے کچھ اسی طرح کے حالات میں تحریر فرمایا جن سے اس وقت ہم دوچار ہیں۔ نذر قارئین ہے

(ادارہ)

امتحانات سے گذر کر منزل تک پہونچنا قربانیاں دینا اور زندگی کا استحقاق ثابت کرنا ہر زندہ دل اور باشعور قوم کے لئے ایک ایسی شرط ہے جس کے بغیر وہ دنیا کے نقشہ میں کسی حیثیت سے کوئی اہم اور ممتاز جگہ نہیں بنا سکتی ہے۔

یہ تو ہر قوم کا حال ہے جس میں کسی مذہب نسل اور ملک وطن کی قید نہیں لیکن اُمتِ مسلمہ اس عام قانون پر پوری اترنے کے ساتھ دو چیزوں میں دوسری اقوام سے منفرد اور ممتاز ہے۔

ایک تو یہ کہ اس کی زندگی کے نقشہ میں امتحانات اور مشکلات اور قربانیوں وآزمائشوں کو ایک ایسا تقدس حاصل ہے اور ان قربانیوں کے بارے میں ایسی نعمتیں ملنے والی ہیں کہ جس کے بعد یہ زندگی دشوار اور موت آسان معلوم ہونے لگتی ہے۔

اس نوید جانفزا سے سرو بال دوش ہے

دوسرے یہ کہ ان امتحانات اور آزمائشوں کے پیچھے اسباب وشرائط کا ایک پورا سلسلہ ہے، یہ آزمائشیں اندھے کی لاٹھی نہیں جس میں بُرا اور بے گناہ قابل سزا اور قابل انعام کسی کی تخصیص نہ ہو، نہ یہ ظاہری حالات کا قدرتی نتیجہ ہیں جن کی کوئی غیر مادی توجیہ ممکن نہ ہو بلکہ یہ ظاہری حالات بھی قدرت الٰہی کے فیصلہ مشیت کا نتیجہ ہیں، چنانچہ جب کوئی مومن کسی ابتلاء اور آزمائش سے دوچار ہوتا ہے تو اس کو اس کی فکر وجستجو ہوتی ہے کہ اس ابتلاء ومصیبت کا حقیقی سبب کیا ہے؟ اور اس کو دور کرنے کی کیا تدبیر ہے؟

جہاں تک ان قربانیوں کے تقدس و رفعت..... اور ان عظیم وعدوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں سے اس ضمن میں کئے گئے ہیں قرآن وحدیث میں جگہ جگہ بہت خاص انداز میں اس کا ذکر ہے، بار بار مختلف اسالیب اور مختلف پیرایوں میں اس کو دہرایا گیا ہے، چنانچہ اہل ایمان کے لئے صاف ارشاد خداوندی ہے:-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ.

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین سے بشارت سنا دیجئے جن کی یہ عادت ہے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں۔ اور ہم سب دنیا سے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگی۔

اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امتحانات کی یہ تمام قسمیں مسلمانوں کی ترقی اور رفع درجات نیز کھرے اور کھوٹے کی تفریق کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے لئے بشارت ان صبر کرنے والوں کو دی گئی ہے جو ہر مصیبت کے وقت خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صبر کرکے گھر بیٹھ رہا جائے یا یہ کہ انا للہ پڑھ کر سر سے بوجھ اتار لیا جائے یا ماتم اور نوحہ خوانی شروع کردی جائے بلکہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسے نازک موقع پر کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے، نہ اپنی قسمت کا ماتم کرتے ہیں، نہ زمانہ کا شکوہ نہ دوسروں کو الزام دے کر اپنے کو بے قصور سمجھتے ہیں۔ بلکہ استقامت اور پامردی کا ثبوت دیتے ہوئے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اپنا ایمان ویقین ازسرنو تازہ کرتے ہیں۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا خامیاں ہیں جن کو احساس ندامت کے آنسوؤں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کیا ایسے بُرے اعمال اور بُری عادتیں ہیں جو خدا کو ناراض کرنے والی اور اس کی نگاہ رحمت کے لئے حجاب بن رہی ہیں۔ ان مصائب ومشکلات کا حل ان کے نزدیک انابت الی اللہ اور پھر اس انابت پر استقامت ہے اور بس۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے:-

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ

(عنکبوت ۱-۲)

ترجمہ:۔ یعنے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاویں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جاوے گا۔ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔

دوسرا اور نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ آزمائشیں کیوں پیش آتی ہیں اور یہ مصیبتیں کیوں نازل ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کا صاف اعلان ہے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ (سورۂ نحل۔ ۳۳)

اور خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

یہ دراصل ان باطنی اور حقیقی اسباب کی طرف اشارہ ہے جو ظاہر پرست یا ظاہر بیں انسانوں کو نظر نہیں آتے اور وہ اس کا علاج ان سطحی، وقتی اور جزئی چیزوں سے کرنا چاہتے ہیں جو بعض اوقات ان کے لئے مزید دردِ سر کا سامان پیدا کر دیتی ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت بن جاتی ہے وہ ظاہری اور مادی اسباب کے جال میں اس طرح گرفتار ہیں کہ خالق اسباب کی طرف ان کی نظر ہی نہیں جاتی حالانکہ قرآن مجید کی صرف یہی ایک آیت ہم کو لرزا دینے کے لئے کافی ہے۔

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (التوبۃ ۱۲۶)

ترجمہ: کیا ان کو دکھلائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں مگر پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔

سب علاج برحق اور اپنی اپنی جگہ صحیح ہو سکتے ہیں، احساس و شعور کی بیداری بھی ضروری ہے۔ احتجاج اور اظہار کرب بھی بالکل قدرتی اور زندگی کی علامت ہے، مظلوموں کی امداد اور غمخواری بھی بلاشبہ ایک ضروری فریضہ اور وقت کا فوری تقاضا ہے۔ موجودہ المیہ اپنی اس دردناکی کے پیش نظر جس کی زندہ شہادت ان بے گناہوں کا خون ہے جو غنڈہ گردی اور بہیمانہ تشدد کا شکار ہوئے اور جس کی بولتی ہوئی تصویر وہ ہزاروں خانماں برباد انسان ہیں کہ جن کے گھر ویران اور بے چراغ ہیں اور جن کو اس وقت ایک وقت کا کھانا اور پہننے کے لئے کپڑا بھی نصیب نہیں عملی امداد کا طالب ہے اور ہنگامی حل چاہتا ہے۔

کیا ہم نے ان واقعات کے بعد کبھی یہ سوچا ہے کہ اس کو راضی کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے اور جس کے دست قدرت میں آسمان و زمین کی وسعتیں اور ساری دنیا کی طاقتیں ہیں اور جس کو راضی کرنے سے نہ صرف دنیا میں عزت و سربلندی اور سکون و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے بلکہ آخرت کی غیر فانی زندگی اور لازوال نعمتیں بھی مل سکتی ہیں جہاں آدمی کو ہمیشہ ہمیش کے لئے رہنا ہے۔

ہم ظاہری اور سیاسی ذرائع پر تو بھروسہ کرتے ہیں لیکن ہماری وہ بنیاد بے حد کمزور ہے جس پر ان حقوق کی ضمانت کی گئی ہے، وہ بنیاد ہے خدا کے وعدوں پر سچا یقین، خدا پر مکمل اعتماد اور بھروسہ، خدا کے راستہ میں جان و مال کی قربانی کا جذبہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کی مکمل پیروی و اطاعت کا فیصلہ عزم و استقامت کے ساتھ زندہ رہنے کا جذبہ!

اس لحاظ سے دیکھئے تو صاف نظر آئے گا کہ ہم ان شرطوں میں کوئی شرط بھی پوری نہیں کر رہے ہیں جن پر امن و اطمینان اور عزت و سربلندی کی ضمانت ہے۔

جہاں تک خدا کے وعدوں پر سچے یقین اور خدا پر مکمل اعتماد کا تعلق ہے اس کا حال ہم سب کو خوب معلوم ہے چار چھ آنے کے نسخہ پر ہم کو جو یقین ہے دعا پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں جتنا اعتماد اور بھروسہ ہم کو اپنی ملازمت تجارت اور بزنس پر ہے اتنا اعتماد ہم کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور رحمت پر بھی نہیں ہم اخبار پر یقین کر سکتے ہیں جن کی مبالغہ آرائیوں اور ناانصافیوں بلکہ غلط بیانیوں کا تجربہ ہم کو برابر ہوتا رہتا ہے، ڈاکٹروں اور حکیموں پر بھروسہ کر سکتے ہیں جن کی تشخیص اور تجویز کردہ دواؤں پر اکثر اختلاف ہوتا ہے، ہم عطائیوں بلکہ راہگیروں کی بات بھی توجہ اور سنجیدگی سے سن سکتے ہیں اور اس کا یقین بھی کر سکتے ہیں لیکن جس چیز پر ہمارا اعتماد روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے وہ خدا کے وعدے اور اس کی شرائط پوری کرنے کے نتائج ہیں۔

ہم میں سے کتنے ہیں جن کے تحت الشعور میں یہ ہے کہ اگر فلاں شخص یا فلاں جماعت نہ ہوگی تو ہمارے لئے کتنی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی، فلاں حلقہ برادری یا جماعت ناخوش ہو جائے تو ساری عزت و نیک نامی جاتی رہے گی۔ فلاں افسر اور حاکم ناراض ہو جائے گا تو نعوذ باللہ رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے اور مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ شاعر نے شاید اسی صورت کو پیش نظر رکھ کر کہا تھا ؎

بتوں سے تجھ کو امید اور خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

مقدمہ

غبارِ کارواں

تصنیف: مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مقدمہ نگار: پروفیسر وصی احمد صدیقی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء کی کتاب غبارِ کارواں ابھی حال میں شائع ہوئی ہے، یہ کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو رابطہ ادب اسلامی کے نمائندہ رسالہ "کاروانِ ادب" میں شائع ہوتے رہے ہیں، اور پڑھنے والوں کے لئے جذبِ نگاہ کا باعث رہے ہیں۔ اِس کتاب پر تبصرہ لکھنا ایک طرح سے سورج کو چراغ دکھانا ہے اور اگر کوئی اس جرأتِ رندانہ پر آمادہ بھی ہو جائے تو یقیناً اس بہار کے پھولوں کے لئے اُس کا دامن تنگ ہو جائے گا۔

اس کتاب کی خوبیوں کے بیان کا حق مقدمہ نگار جناب پروفیسر وصی احمد صاحب معتمد مالیات ندوۃ العلماء نے اپنے اچھوتے اور البیلے انداز میں بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے، ادارہ ان کے مقدمہ کو شائع کر رہا ہے، صدیقی صاحب نے ایک جگہ پر غالب کا مصرعہ لکھا ہے۔

"ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا" وہاں سیاق و سباق الگ ہے، مگر مصنف کتاب اور مقدمہ نگار کے لئے یہی مصرعہ دُہراؤں گا، یہ مقدمہ پڑھ کر اصل کتاب پڑھنے کی خواہش اک دم دل میں پیدا ہوتی ہے۔ ناظرین کرام خود فیصلہ کریں گے کہ میرا خیال کتنا صحیح ہے۔

تو بسم اللہ آپ مقدمہ پڑھئے اور پھر کتاب پڑھئے اور مقدمہ نگار کی دعا پر آمین کہئے جنھوں نے کہا ہے کہ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"۔ (مدیر)

جناب مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی اس کتاب پر مقدمہ لکھنا میرے لئے حدی خوانی نہیں ہے کیونکہ نہ محمل گراں بار ہے نہ کارواں کی رفتار میں کوئی کمی ہے، یہ تو منزل بہ منزل رواں ہے۔ اسلامی ادب کے اس قافلہ کے سالار خود مولانا ہیں، جنھوں نے راہ بھی متعین کی ہے، رہبری بھی کر رہے ہیں۔ اور قافلہ کا انتظام اور انصرام بھی۔ یہ قافلہ نو بہار بقول مصحفی جرس غنچہ کی صدا پر چلا جا رہا ہے ہر منزل پر رکتا ہے اور مسافر آ ملتے ہیں۔ اور آگے بڑھتا چلا جاتا ہے، کوئی آخری منزل نہیں۔ بقول امریکہ کے معروف شاعر رابرٹ فراسٹ (Robert Frost) کے ابھی مجھے بہت دور جانا ہے۔

اس حقیر مقدمہ نگار نے کبھی کاروان زندگی کے لئے ایک مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون میں حضرت مولانا علی میاںؒ اور مولانا رابع صاحب کو آسمان علم و ادب کے آفتاب و مہتاب سے تشبیہ دی تھی، آفتاب تو غروب ہو گیا، علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ بطن گیتی سے ایسا آفتاب اب نہیں پیدا ہو گا لیکن یہ ماہتاب اپنی ٹھنڈی اور آنکھوں کو تراوٹ پہنچانے والی روشنی بکھیر رہا ہے یہ روشنی علم و عمل ہے، مولانا کی وہ کتابیں جو عربی میں نہ لکھی ہوں میں نے سب پڑھی ہیں۔ گو یہ نتیجہ کبھی نہیں نکال پایا کہ خوب سے خوب تر کون ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ، یہ ضیا باری ایسے ہی قائم و دائم رہے۔

مضامین کا یہ مجموعہ دھنک کے خوب صورت رنگوں کی طرح ہے۔ الگ الگ مگر جن کا حسن سب کے ایک ساتھ ہونے میں ہے۔ علم طبعیات کا ایک مبتدی بھی یہ جانتا ہے کہ یہ سارے رنگ ایک سفید رنگ سے

بنتے ہیں۔ جس کو بادلوں کی مختلف تہیں منتشر کر دیتی ہیں۔ مولانا کے لئے یہ سفید رنگ اپنے دین کی حقانیت پر پورا اعتماد۔ اپنے رسول سے بے پناہ محبت، اسلام کے ماضی اور حال پر گہری نظر اور ایک گداز دل کے مالک ہونے کی علامت ہے۔ اس کتاب کے مضامین احساسات کو چھوتے ہیں۔ افکار اور حقیقتوں کا بیان ضرور ہے مگر طرز انشاء اتنا دلکش اور رعنائی سے بھرپور ہوتا ہے کہ مولانا جو کچھ کہتے ہیں وہ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ مضامین کی اونچی علمی سطح پڑھنے والے کو مرعوب کرنے کے بجائے متاثر کرتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ بقول غالب "یہ تحریر کی لذت ہے"۔

مولانا پر جوش عبارت اور استعاروں کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں بالکل سادہ عبارت لکھتے ہیں جسے شاعری کی زبان میں سہل ممتنع کہیں گے، نفس مضمون اتنا سنجیدہ اور علمی اور بیان اتنا سادہ اور پرکار، یہ ہر لکھنے والے کے بس کی بات نہیں۔ میر کا شعر ان مضامین پر پوری طرح صادق ہے۔

شعر میرے ہیں گو خواص پسند
پر مجھے گفتگو عوام سے ہے

کتاب کے موضوعات الگ الگ ہیں مگر سب میں ایک ربط فکری ہے۔ مضمون نگار کے باطنی تقاضے اور فکری زاویے انداز بیان سے بڑی آسانی سے پڑھنے والے تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ مقدمہ نگار اپنی محدود عقل اور محدود علم سے سارے مضامین کا احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ مکمل خوبیوں کو اجاگر کر سکتا ہے لیکن اس نے جو کچھ بھی لکھا ہے اس کی وضاحت کے لئے نمونے پیش کرے گا۔ آپ روانی بیان کا اعجاز دیکھیں گے۔ ہر بات میں ایک نئی تب وتاب ہے۔ بجلی کی ایک رو ہے جو دل کو مرتعش ضرور کرتی ہے۔ مگر سکون کا احساس بھی دیتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک دم ماضی کے دھندلے نقوش صاف ہو رہے ہیں علم جو ہمارا گمشدہ مال تھا ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں اور پا رہے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے مولانا کے کارواں کی کوئی منزل آخری نہیں ہے۔ مولانا کے مزاج کی مثال میں گوئٹے کے فاؤسٹ سے دوں گا جس نے کہا تھا کہ "میں کسی لمحہ سے نہیں کہونگا ذرا رک جا، تو کتنا پیارا ہے۔"

اپنے مضامین میں مولانا نے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی نفسیات کا پورا خیال رکھا ہے۔ مولانا کے ماخذ قدیم اور جدید دونوں ہیں۔ جن حالات اور جن واقعات کو وہ بیان کرتے ہیں ان کے منطقی نتیجوں کو سامنے لاتے ہیں۔ ہر مضمون میں ایک حسن تکمیل ہے۔

کتاب کا پہلا مضمون رابطہ ادب اسلامی کا قیام ہے۔ اس مضمون میں مولانا نے دکھایا ہے کہ اسلام اور ادب۔ مذہب اور ادب بے جوڑ چیزیں نہیں ہیں اردو حلقوں میں اسلام مخالف خطرات سے مقابلہ نہیں رہا ہے کیونکہ اردو کے لکھنے والے پرانے ادیب مذہبی مزاج کے مذہبی علم رکھنے والے رہے ہیں اور معاشرہ بھی مذہب کے زیر اثر رہا ہے مگر دوسرے ملکوں میں یہ صورت حال نہ تھی۔

حضرت مولانا علی میاںؒ نے جب اپنا مضمون دمشق کے مؤقر ترین ادارہ میں پیش کیا تو اسے بہت سراہا گیا۔ اسلامی ذہن کے عرب ادباء نے رہنمائی کی درخواست کی اور موجودہ تنظیم رابطہ ادب اسلامی کی تشکیل ہوئی۔ اس رابطہ نے اصول وضوابط طے کئے اور اسلام کے موقف کو واضح کرنے کی ہدایت اپنے تعلق رکھنے والے اسکالرس کو دی۔ مولانا کا یہ مضمون بے حد مفصل مربوط اور ادب کے مزاج کے مطابق ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس کے بعد کے مضامین ادب اسلامی کا تخیل ومحرکات اور ان کا صحیح مفہوم اسلامی ادب اور مغربی ادبی تحریکات۔ ایسے مضامین ہیں جو وہی لکھ سکتا ہے جس کا علم بھرپور اور دماغ روشن ہو۔ کتاب کے مصنف اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ ایسے علمی مضامین جو مثالوں سے بھرپور ہوں بہت کم لوگ لکھ سکتے ہیں۔

مولانا کا قلم چلتا ہی گیا ہے۔ اسلامی ادب کا جامع ترین ادب ہونا، اردو سے ہندوستانی مسلمانوں کا ثقافتی رشتہ ادبی اور فنی خصوصیت کے ساتھ معلومات سے بھرپور ہے۔

مولانا نے اپنے ایک دوسرے مضمون حمد ومناجات کی ادبیت میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے۔ آپ نے اپنے رب کے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مناجاتوں اور دعاؤں کے نمونے پیش کئے ہیں۔ طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ سے فریاد۔ بدر کے

میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور اسی طرح کے ادب کے شہ پارے سامنے لائے ہیں۔ یہ بہت زیادہ ہیں لیکن تھوڑی مقدار میں لکھ کر مولانا نے دعا کی ہے کہ اے اللہ ہمیں اپنی فرمانبرداری اور رسول کی اطاعت کی توفیق نصیب فرما۔ بے حد دل کو چھونے والا مضمون ہے۔

حدیث شریف کی ادبی اور فنی خصوصیات کی ابتدا مولانا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کے اظہار جو صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر کیے ہیں، سے کی ہے۔ دل اپنے سرکار کے غم اور صبر ورضا پر رونے لگتا ہے۔ دل رنجیدہ ہے۔ آنکھ میں آنسو آرہے ہیں لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے رب راضی ہو۔ ہم تمہاری جدائی سے اے ابراہیم رنجیدہ ہیں۔

اس مضمون میں مناجاتوں اور دعاؤں کے ساتھ قابل قدر اشخاص کے ساتھ محبت و تعلق کے بلیغ جملے ہیں۔ اس مضمون کا پڑھنا ایمان کی تازگی کا باعث ہے۔

حضرت مولانا نے تاریخ اور ادب پر ایک بے حد طاقتور مضمون لکھا ہے یہ مضمون تین الگ الگ حصوں میں ہے۔ شعراء کے مارے مارے پھرنے اور جو کہتے ہیں اس پر عمل نہ کرنے پر کلام پاک کا تبصرہ ہے۔ یہ مضمون بے حد بلیغ ہے لیکن چھوٹا ہے شائد مولانا نے، اختصار بلاغت کی جان ہے، پر عمل کیا ہے۔

مولانا کے مضامین کا یہ سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے۔ میں نے اپنی تمہید میں لکھا ہے کہ مولانا نے اپنے مضامین کے لئے عام فہم زبان چنی ہے۔ سوانحی ادب، ملفوظات و مواعظ ادب کے آئینہ میں۔ زبان وادب کا تعلق ثقافت اور مذہب سے، الفاظ عجیب اثر رکھتے ہیں۔ اسلامی بیداری میں ادب کا حصہ، چھوٹے چھوٹے مضامین ہیں مگر معلومات کے ساتھ بہترین انشاء کا مذاق رکھتے ہیں۔ اور قاری کا دل خوش کر دیتے ہیں۔

مولانا کا قلم چلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سفر نامہ کا تذکرہ قرآن مجید کی زبان میں معلومات سے بھرپور ہے۔ اس مضمون کی جان اس سفر کا بیان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ کے ساتھ کیا ہے۔ جس کے لئے اقبال نے اپنا مشہور شعر لکھا ہے

کشتی مسکین وجان پاک و دیوار یتیم
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

چھوٹے چھوٹے مضامین کے بعد پھر ایک بڑا مضمون آتا ہے اور وہ ہے کلام میں اندرونی کیفیت اور اس کی رعایت کا اثر۔ یہ بڑا ہی شاندار مضمون ہے کلام پاک سے مولانا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختلف موقعوں پر فرعون سے گفتگو پر اپنا تبصرہ لکھا ہے اور حدیث سے انھوں نے وہ چھوٹی سی تقریر چنی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد انصار کے سامنے کی ہے بے حد اثر ڈالنے والی تقریر ہے جس کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے۔

"اے گروہ انصار! کیا تم پسند نہیں کروگے کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر اپنے گھر جائیں اور تمہارے ساتھ اللہ کا رسولؐ ہو جسے لے کر تم اپنے گھروں کو لوٹو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے تم جو چیز لے کر لوٹو گے وہ اس چیز سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ اپنے گھر لے جائیں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب افصح العرب والعجم ہے۔ یہ تقریر اس کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ پھر مولانا نے بچوں کے ادب پر خامہ فرسائی کی ہے یہ معلوماتی ہے اور یہاں مولانا نے اپنے جذبہ اور تخیل کا استعمال کم کیا ہے۔

پھر مولانا الفاروق پر آئے ہیں اور مولانا شبلیؒ کے کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ مولانا نے اس مضمون میں اپنے کو تھوڑا سا ایک ہی کتاب میں محدود کر لیا ہے گو دوسری کتابیں بھی بطور امثال آئی ہیں۔ اس مضمون کو پڑھ کر تھوڑی سی تشنگی رہتی ہے۔

اب مولانا ارض القرآن پر آتے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی یہ کتاب اعلیٰ ریسرچ کا بہترین نمونہ ہے۔ مولانا نے بے حد دلچسپی سے اس کی خصوصیات کو اجاگر کیا ہے۔ شاید مولانا کی علم جغرافیہ کی وابستگی نے مصنف کے اس عالی شان کام پر مضمون لکھنے کے لئے مہمیز کا کام کیا ہے۔ مضمون غالب کے اس مصرعہ کا مصداق ہے۔ ع

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

مولانا نے ایسے معلومات کی نشان دہی کی ہے جن پر حجاز کے مقامی معلومات اور قرآن مجید اور حدیث شریف میں آنے والے متعدد علاقائی اشاروں کی تحقیق کا انتظام نہیں ہوا تھا۔ مولانا نے ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب

قرآنی جغرافیہ پر ایک عظیم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا رابع صاحب کا جو مخصوص طرز انشاء ہے اس نے ہر مضمون کو جاذب نظر بنادیا ہے دماغ اور دل دونوں کی راحت کا باعث ہوتا ہے۔ جہاں معلومات چن کر ایک کشتی میں رکھ کر پیش کئے ہیں وہاں کشتی بھی حسن کا ایک نمونہ ہے، مولانا کی جو شخصیت ہے اس کا آئینہ دار یہ شعر ہے:

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

یہی مولانا کی کتابوں اور مضامین پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ اس شعر کا اردو ترجمہ میر نے کیا ہے اور بہترین کیا ہے۔

جس جائے سراپا پر نظر پڑتی ہے اس کے
آتا ہے میرے جی میں یہیں عمر بسر ہو

اپنے اس مجموعہ میں مولانا نے اقبال کے مردِ مومن کا بھی تعارف کرایا ہے اور سب سے آخر میں صحافت کی تاریخ اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

یہ مقدمہ کتاب کی ضخامت کی مناسبت سے طویل ہوتا جا رہا ہے مگر داخلی حسن کی مناسبت سے نہیں۔ انکسار کے خلاف نہ ہو تو سعدیؒ کا مصرعہ لکھوں

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

اب اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔
اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

☆☆☆

ظلم و بربریت

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

عبرتوں کا تھا مرقع ذرہ ذرہ خاک کا
حسرتیں چھائی ہوئی تھیں ہر طرف نزدیک و دور

غم میں ڈوبی تھی فضا آب و ہوا مسموم تھی
رنج میں خاموش بیٹھے تھے درختوں پر طیور

رہ گذر سہمی ہوئی تھی قافلے بہکے ہوئے
لاشۂ بے جان کچھ تھے اور کچھ زخموں سے چور

چپہ چپہ پر بنے تھے خون کے نقش و نگار
قتل و غارت کی تھی کندہ داستاں بین السطور

ایک ذرّہ خاک کا با چشم نم گویا ہوا
ہے نوا میری سراپا درد اے مرد ''غیور''

جس زمیں کا میں ہوں ذرّہ وہ ہے کتنی بدنصیب
گود میں اس کے ہوئے قتل کتنے بے قصور

کیا جوانِ صف شکن اور کیا ضعیف و ناتواں
اور کیا معصوم بچے خورد سال و بے شعور

پھول جیسے جسم شعلوں کے حوالے ہو گئے
عصمتوں کے آبگینے تک ہوئے اُف چور چور

ہو گئے گم قہقہے آہ و بکا میں ڈوب کر
دھوکا ہوتا تھا کہ برپا ہو گیا شور نشور

ظلم و حیوانیت بھی سر جھکائے شرم سے
بربریت جس پہ دل ہوں خود درندوں کے نفور

عہد حاضر کی ترقی؟ حال تو اس کا نہ پوچھ
آگیا اب آدمی کی آدمیت میں فتور

اے مسلماں تیرے دل سے ایک کرتا ہوں سوال
اس تباہی میں بتا پوشیدہ ہے کس کا شعور

اس ہلاکت پر بھی محو خواب ہے تیری خودی
آنکھ تیری نم نہیں ہے دل ہے تیرا بے حضور

کارواں تیرا لٹا احساس بھی رخصت ہوا
آج تیری ہر ادا سے ہے فلاکت کا ظہور

ہے ضرورت آج تجھ کو جرأت رندانہ کی
پیکر عزم و یقیں بن توڑ باطل کا غرور

آتش نمرود بنتی ہے گلستانِ خلیل
جب کہ ہوتا ہے دلوں میں جلوہ گر ایماں کا نور

ہو گیا جو نذر شعلوں کے چمن تو کیا ہوا
پھر تر و تازہ انھیں شعلوں سے ہوگا نخل طور

جا نہیں سکتا کبھی بھی خونِ ناحق رائیگاں
ایک دن خونِ شہیداں رنگ لائے گا ضرور

دیے اں من وا ی منے لے

صرف فکرمندی کافی نہیں
منصوبہ بندی بھی ضروری ہے

کا
امین الدین شجاع الدین

یہ دنیا دار العمل ہے — عمل اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی، مثبت بھی ہوتا ہے اور منفی بھی، غرض کہ دنیا میں شر اور خیر دونوں کارفرما رہے ہیں اور رہیں گے۔ شر اور خیر کے مابین تصادم کا سلسلہ چلتا رہا ہے کبھی شر غالب آتا ہے اور کبھی خیر — لیکن آج کی دنیا کے حالات پر غور کرنے والا غور کرے تو وہ بجا طور پر اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ خشکی و تری میں فساد پھیل گیا ہے اور یہ حضرتِ انسان ہی کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ شر کا یہ غلبہ آخر کس پہلو کی نشاندہی کر رہا ہے، کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ یہ غلبہ شر کے خیمہ کے کارندوں کی اپنے مجنونانہ عزائم کی تکمیل کے تئیں محنت و لگن اور مستقل مزاجی کا پتہ دے رہا ہے جبکہ روئے زمین خیر کے علمبرداروں سے خالی بھی نہیں، ان میں خیر کے غلبہ کی خاطر جذبہ و حوصلہ بھی پایا جاتا ہے لیکن آخر وہ کون سی کمی و کوتاہی ہے جو ان کے وجود کو یا تو غیر مؤثر بنا رہی ہے یا کم از کم اُس درجہ اور سطح کے نتائج مرتب نہیں ہو رہے ہیں جن کی ان کی ذات اور صلاحیت و قابلیت سے توقع کی جاسکتی ہے، خیر کے علمبرداروں اور انسانیت دوستوں میں علماء بھی ہیں، دانشور بھی، اصحاب قلم بھی ہیں اور اربابِ فکر و نظر بھی، مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ سب بکھرے ہوئے تاروں کی مانند ہیں جو جب چمکتے ہیں تو روشنی کا پتہ تو ضرور دیتے ہیں لیکن ان کی روشنی کے مجتمع نہ ہونے کی وجہ سے رات کی سیاہی ان پر غالب آجاتی ہے، دنیا میں رونما ہونے والے منصوبہ بند واقعات اور حادثات سے اس بات کی تائید ہوتی نظر آتی ہے۔ غرض یہ کہ خیر کے علمبرداروں میں جو کمی اور کوتاہی ہے، وہ ہے تنظیم و منصوبہ بندی کی کمی!۔ جبکہ فکر مندی ہی کافی نہیں ہوا کرتی، فکر مندی کے ساتھ منصوبہ بندی بھی ضروری ہوتی ہے۔

دوسری طرف تصویر کا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ عوام نے اتنے دھوکے کھائے اور زخم اٹھائے ہیں کہ اس کے اندر شر کے کارندوں اور خیر کے نمائندوں کو پہچاننے اور ان میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو چلی ہے، اگرچہ یہ تناسب کم ہی سہی، لیکن زخم خوردہ عوام کا شعور جاگا ضرور ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ عوام کے شعور کی بیداری بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے، بشرطیکہ انسانیت دوستوں کا کوئی دستہ اٹھے، مضبوط و مستحکم اور مشترکہ بنیادوں پر انسانی وحدت اور اکرام انسان کا مثبت و تعمیری پروگرام لے کر آگے آئے اور شر پسندوں کو الگ تھلگ کر کے رکھ دے۔ لیکن افسوس کہ عوام اپنے شعور کے جاگ جانے کے بعد جب یہ دیکھتی اور محسوس کرتی ہے کہ انسانیت کے علمبردار، تاروں کے مانند بکھرے پڑے ہیں اور اس کے برخلاف شر کے کارندے ہیں کہ سیاہ بادلوں کے مانند امڈے چلے آتے ہیں تو اسے مایوسی ہونے لگتی ہے۔

دو ایک باتیں مزید غور طلب ہیں، اول تو یہ کہ تجربہ بتاتا ہے کہ شر کے کارندوں کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہیں ہوا کرتی، بیشتر ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی غلط فہمی اور پروپگنڈہ کے نتیجہ میں اس خیمہ میں چلے جاتے ہیں چنانچہ جب غلط فہمیوں کے ازالہ کی سنجیدہ کوششیں ہوتی ہیں تو وہ نادم ہو کر خیر کے علمبردار بن جاتے ہیں۔

ان حالات میں شدید ضرورت ہے کہ انسانیت کا دم بھرنے والے بلا تفریق مذہب و ملت متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں اور انسانیت کو بچانے اور اس کے پیغام کو دَر دَر تک پہنچانے کے کام کو اپنے تمام دیگر کاموں پر ترجیح دیں۔ دنیا میں کانٹے بکھیرنے والے کانٹے بکھیرتے رہیں اور اس کے جواب میں پھول بچھانے کا اگر کوئی منصوبہ بند پروگرام نہ ہو تو دنیا کا انجام کیا ہوگا، ظاہر ہے کہ دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔

برسوں پہلے ایک مردِ دانا نے دنیا کو ایک ایسے ہی پروگرام سے روشناس کرایا تھا اور ''تحریکِ پیامِ انسانیت'' کے نام سے ایک چراغ روشن کیا تھا، آج جب کہ ہوائیں شدید اور تیز و تند ہو گئی ہیں، اس چراغ کی لَو کو بڑھانے کی ضرورت ہے — ہے کوئی جو وقت کی اس پکار پر کان دَھرے اور انسانیت دوستوں کو بروقت ایک صحیح سمتِ سفر، لائحۂ عمل اور پلیٹ فارم عطا کردے!

☆☆☆

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س :۔ میں ایک بینک میں ملازمت کرتا ہوں بینک اپنے ملازمین کو صرف دو فیصد سالانہ سود پر مکان کے لئے قرضے دیتا ہے میں نے بھی بینک سے قرضہ لیکر مکان خریدا ہے کیا یہ درست ہے؟

ج :۔ سود مطلقاً حرام ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے "أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" سود خواہ کم ہو یا زیادہ دونوں صورتوں میں شرعاً جائز نہیں ہے، سود لیکر مکان بنانا درست نہیں ہے۔

س :۔ زید نے بکر کی جگہ امتحان دیا شرعاً زید کا یہ عمل کیسا ہے؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں زید نے بکر کی جگہ امتحان دے کر شرعاً گناہ کا ارتکاب کیا ہے، شرعاً زید بکر کی جگہ امتحان نہیں دے سکتا ہے، کیونکہ یہ دھوکہ ہے اور فریب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

س :۔ بعض لوگ اپنی رقم پانچ سال کیلئے بینک میں فکس ڈپازٹ کر دیتے ہیں مذکورہ رقم پانچ سال کے بعد دوگنی ہو جاتی ہے کیا شرعاً یہ درست ہے؟

ج :۔ مذکورہ صورت صریح سودی لین دین ہے، شرعاً یہ طریقہ روپیہ کے اضافہ کے لئے اختیار کرنا ممنوع ہے

س :۔ خالد نے ۱۹۸۵ء میں پانچ سو روپئے بطور قرض حمید کو دیئے تھے اس کی قیمت خرید (PURCHASE VALUE) اب ۱۹۹۳ء میں کافی کم ہو چکی ہے ۱۹۸۵ء کی قیمت خرید کے اعتبار سے ۱۹۹۳ء کو موازنہ کر کے ۵۶۰ روپئے ہوتے ہیں کیا خالد حمید سے ۵۶۰ روپئے لے سکتا ہے؟

ج :۔ قرض کی رقم جتنی دی گئی تھی یعنی خالد نے جو پانچ سو روپئے حمید کو ۱۹۸۵ء میں بطور قرض دیئے تھے ۱۹۹۳ء میں بھی پانچ سو روپئے ہی واپس ہوں گے، قیمت خرید کے گھٹنے بڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اگر کوئی دی ہوئی رقم سے زائد وصول کرتا ہے تو وہ سود ہوگا اور شریعت کا اصول ہے "كل قرض جرّ نفعا فهو ربا" ہر قرض جو نفع کا سبب بنے وہ سود ہے)

س :۔ کیا اگر کوئی شخص قسم توڑ دے تو بطور کفارہ غیر مسلم کو کھانا کھلا سکتا ہے؟

ج :۔ نہیں! کفارہ ادا نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ میں بھی انہیں مساکین کو کفارہ دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

س :۔ ایک دینی ادارہ کا ذمہ دار سیاسی اسباب کی بنا پر ایک سیاسی لیڈر کی مورتی کے گلے میں ہار ڈال سکتا ہے؟

ج :۔ مورتی کے گلے میں ہار ڈالنا چاہے وہ سیاسی ہی غرض سے کیوں نہ ہو ناجائز و حرام ہے۔

س :۔ ایک شخص کے مصنوعی دانت لگے ہوئے ہیں تو کیا غسل میں دانت کی تہہ تک پانی پہونچانا ضروری ہے؟

ج :۔ غسل کرتے وقت صرف کلی کرلے دانتوں کو نکالنا اور تہہ تک پانی پہونچانا ضروری نہیں۔

(بقیہ) فکرِ عمل

اگر وہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالے (کہ فلاں بات یوں ہوگی) تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم (کی لاج رکھ کر اس بات کو) ضرور پورا کر دیں۔ اور کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ دوزخی کون ہیں؟ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا) ہر وہ شخص جو مال جمع کر کے رکھنے والا بخیل، سخت مزاج مغرور ہو۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین خوبیاں جس شخص میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ اور اسے جنت میں داخل کر دیں گے کمزوروں سے نرم برتاؤ کرنا، والدین سے مہربانی کا معاملہ کرنا اور غلاموں (اپنے ماتحتوں) سے اچھا سلوک کرنا۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیکر یہ کوشش کریں کہ ہم صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا نمونہ ہوں، عقیدۂ توحید و رسالت کے امتیاز سے واقف ہوں، اخلاق و اعمال درست ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، شرک و بدعت سے دور ہوں، اور حکمت و دانائی کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کام بھی کر رہے ہوں۔

کیا حقیقت مال کی ہے خوں بہا یا کیجئے
نیک کاموں کے لئے دولت لٹایا کیجئے

فکرِ عمل

حافظ محمد اقبال ندوی (شارقہ)

امتِ مسلمہ خیر القرون سے جتنی دور ہوتی جارہی ہے اتنی ہی دور اپنے دین و مذہب دوسرے الفاظ میں قرآن و سنت سے یا اللہ و رسولؐ کے راستہ سے دور ہوتی جارہی ہے اور اس دوری اور انحراف کا اسے شعور و احساس بھی نہیں اور اگر کوئی اللہ کا بندہ اس کو احساس دلاتا ہے تو اس پر کوئی توجہ و دھیان نہیں دیتا اور نہ ہی اصلاح و تبدیلی کی فکر کرتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ نمازیوں کی اکثریت نماز و وضو کے فرائض و ارکان سے بھی ناواقف ہے۔ اللہ کے حضور میں کتنوں کی نمازیں صحیح جاندار اور وزن دار بنکر پہونچتی ہوں گی یا پھر بے جان و بے وزن کو کھلی ہو کر جیسا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر نماز صحیح اور خوبصورت ہوگی تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر خراب ہوگئی تو اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور وہ نمازیں اس کے منہ پر ماردی جاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے: قبحك الله كما قبحتني "اللہ تیرا ستیاناس کرے جیسا کہ تو نے میرا ستیاناس کیا ہے۔ اور وہ پرانے کپڑے میں لپیٹ کر منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا بہت سے لوگ جو بھاری بدن خوبصورت چہروں اور بڑے ڈیل ڈول والے اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے لیکن اللہ کے ہاں ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (سورۂ کہف: ۱۰۵) ایمان کی وجہ سے ہی اللہ کے یہاں انسان کا وزن ہے اگر حقیقی ایمان اور خوف خدا نہیں ہے تو اللہ کے یہاں انسان بے قیمت اور بے وزن ہے۔ آج لوگ ظاہر کو اچھا بنانے کی فکر کرتے ہیں اور باطن پر نظر نہیں جاتی جسم کو خوبصورت بنانے کی فکر ہوتی ہے دل کی اصلاح کی فکر نہیں ہوتی۔ حالانکہ دل بادشاہ ہے اور بقیہ اعضاء اس کے تابع۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: أَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" "حضورؐ نے فرمایا تھا کہ انسان کے جسم میں ایک خون کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر وہ خراب ہوگیا تو تمام جسم خراب ہے، سنو وہ دل ہے،

آج تمام برائیوں کی جڑ چاہے ظلم و تشدد ہو یا شیطنیت و حیوانیت، خون خرابہ ہو یا لوٹ کھسوٹ، حقوق کی عدم ادائیگی ہو یا انسانیت کے ساتھ بے انصافی یہ تمام چیزیں صرف دل کی خرابی کی بنیاد پر ہیں۔ انسان اعمال سے قیمتی بنتا ہے مال سے نہیں۔ آج ہمارا معیار مال بن گیا ہے۔ حضورؐ و صحابہ کرامؓ کے درمیان اعمال اصل تھے۔ لیکن آج زمانہ بدل گیا ہے۔ معیار بدل گیا ہے، ضمیر بدل گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ وہ دبلے پتلے اور چھوٹے قد والے تھے جب وہ درخت پر چڑھتے تو لوگ اُن پر ہنستے تھے نیچے نہیں اُتر سکتے تھے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: "ساقاك نحيفتان فانهما اثقلان في الميزان من جبل احد" پنڈلیاں کمزور ہیں لیکن میزان عدل میں وہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہیں (سبحان اللہ)

ابتدائے اسلام میں جبکہ مسلمانوں میں ایمان ابھی راسخ نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں کے مجمع میں حضورؐ تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب سامنے سے گذرے حضورؐ نے فرمایا اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کہا یہ مفلس آدمی ہے؟ کہیں پیغام بھیجے تو قبول نہ کیا جائے، کسی کی سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے، تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے صاحب جو مالدار تھے گذرے فرمایا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا کہ کہیں پیغام بھیجے تو قبول کیا جائے، اور کسی کی سفارش کرے تو سفارش قبول کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دوسرے آدمی جیسے لوگوں سے چاہے مدینہ بھر جائے پھر بھی پہلا شخص (جو غریب ہے اور اللہ والا ہے) اللہ کے نزدیک افضل ہے۔ (اللہ اکبر)

"نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل و دانش ہے"

اسی لئے حضورؐ نے فرمایا: "رُبَّ اشعث اغبر لو اقسم على الله لأبرّه" بہت سے پراگندہ بال اور پراگندہ حال لوگ ہیں کہ جو اگر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسموں کو پورا فرمادے۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ جنتی کون ہیں؟ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا) ہر وہ شخص جو کمزور ہو یعنی معاملہ و برتاؤ میں سخت نہ ہو بلکہ متواضع اور نرم طبیعت ہو لوگ بھی اسے کمزور سمجھتے ہوں (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہو کہ

(باقی صـ ۲۲ پر)

گجرات المیہ
پر
متعدد پارٹیوں صحافیوں اور دانشوروں کا ردّ عمل

● محمد وثیق ندوی

گودھرا میں سابرمتی ایکسپریس واقعہ اور اس کے بعد پورے گجرات میں اندوہناک واقعات اور ملک کے دوسرے شہروں میں ہونے والے تشدد پر مختلف سیاسی واجتماعی دانشوروں، صحافیوں اور تنظیموں نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے گجرات حکومت کو برخاست کرنے، قصوروار افراد کے خلاف کارروائی کرنے اور امن وامان قائم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اس کے ساتھ ہی گجرات میں جاری قتل عام اور پرتشدد واقعات کے لئے مرکزی وگجرات حکومتوں کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور وشوہندو پریشد، بجرنگ دل اور انتہا پسند ہندو تنظیموں پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

● "..... یہ غفلت ظاہر کرتی ہے کہ گجرات کی حکومت نہ تو اہل ہے نہ غیر جانبدار ہے، تاہم اس کے طرز عمل پر بہت کم لوگوں کو حیرت ہوگی اس لئے کہ اس نے گذشتہ چند ہفتوں کے دوران اجودھیا اندولن کو گرم کرنے میں سیاسی اور انتظامی دونوں طریقوں سے وشوہندو پریشد کی مدد کی تھی، لہٰذا ایسی حکومت سے جس نے ایک معاملہ میں جانبداری سے کام لیا ہو! اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ مسائل پیدا ہونے پر جانبداری سے کام لیں گی۔"

(اداریہ ہندوستان ٹائمز (ایڈیٹر دیر سنگھوی) ۲ر مارچ ۲۰۰۲ء)

اب اس سلسلہ میں کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے۔ ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں انھوں نے نذرخ فہرست ذاتوں کے خلاف ایک خونیں فساد کرایا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں سورت میں جو فسادات ہوئے تھے اس میں بھی اصل دماغ وہی بتائے جاتے ہیں، ۱۱ر ستمبر کے بعد ایک بیان میں انھوں نے یہ کہا تھا کہ تمام مسلمان چاہے آتنک وادی نہ ہوں مگر آتنک وادی مسلمان ہیں، مودی تمام عمر آر ایس ایس کے پرچارک رہے ہیں اور اسلام کے تئیں اپنی نفرت کو انھوں نے کبھی چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اسلام کو وہ تشدد کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ذات پات کی بنیاد پر تشدد کو غلط سمجھتے ہیں مودی اگر ایک معمولی آدمی بھی ہوتے تب بھی ان کے خلاف نفرت انگیز تقریریں کرنے کے لئے مقدمہ قائم کیا جاسکتا تھا، لیکن وہ تو ہندوستان کی ایک ایسی ریاست کے وزیر اعلیٰ ہیں جو فرقہ پرستی کے چنگل میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے، اقلیت مخالف فسادات کے معاملہ میں اس ریاست کی شرمناک تاریخ ہے، ان کی حکومت نے حال میں جو قدم اٹھائے ہیں وہ انتہائی غیر جمہوری اقدام ہیں مثلاً انھوں نے سرکاری اسکولوں میں "دھرتی ماتا یگیہ" لازمی قرار دے دیا۔ اسی طرح آدیباسی طلبہ کے لئے اپنے پاس گیتا کا رکھنا لازمی کردیا تاکہ ہندو دھرم کے تئیں ان کی وفاداری ظاہر ہوسکے۔

(برفل بدوائی کے مضمون "قتل عام کے علاوہ کچھ نہیں" کا ایک حصہ، راشٹریہ سہارا، ۱۲ر مارچ ۲۰۰۲ء)

● کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے نیشنل سکریٹری ڈی راجہ نے ایک بڑی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گودھرا کا المیہ قابل مذمت ہے، مگر اس فرقہ وارانہ کشیدگی کا نتیجہ ہے جو کہ

● انڈین پیپلز ٹریبونل کے ایک وفد نے کوچی شری شنکر آچاریہ ودیاپیٹھ کے وائس چانسلر مسٹر کے این پانیکر کی سربراہی میں گجرات کے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا تھا، مسٹر پانیکر نے اپنے ایک بیان میں گجرات کے حالیہ فسادات کے بارے میں حکومت گجرات کی اس تھیوری کو مسترد کردیا ہے کہ غیر ارادی یعنی غیر منصوبہ بند ردعمل تھا۔ مسٹر پانیکر نے احمدآباد میں اخباری نمائندوں کے ساتھ گفتگو کے دوران بتایا کہ یہ منظم اور منصوبہ بند کارروائی تھی، اقلیتوں پر حملوں میں ریاستی حکومت اور اس کی مشینری شامل تھی۔ مسٹر پانیکر نے مزید کہا کہ اس کو فرقہ وارانہ فساد کہنا غلط ہے۔ یہ تو ریاست کی سرپرستی میں نسل کشی کی کارروائی تھی، انھوں نے ریاستی حکومت کے بارے میں کہا کہ وہ خود بھی متعصب اور فرقہ پرست ہوگئی تھی، یہی نہیں بلکہ اس کے بعض وزیروں نے تشدد میں حصہ لیا اور بیوروکریسی نے شرپسندوں کو اکسانے کا کام کیا۔ انھوں نے کہا کہ حکومت اور سوسائٹی کو فرقہ وارانہ سانچے میں ڈھالنا سیکولر ہندوستان کا ایک بہت بڑا المیہ ہے

(GUJRAT DISTERTANUS NOTSPONTANEOW)

(ہندو ۹ر مارچ ۲۰۰۲ء)

● مودی کی سیاست کا کیا رنگ رہا ہے

کہ اگر وہ منصوبہ بند نہیں تھا تو بھی انٹیلی جنس اور پولیس کیا کر رہی تھی، راشٹریہ سہارا کے اڈیٹر نے کہا کہ اکثریتی فرقہ کے لوگ منظم سازش کے تحت مسلمانوں پر حملہ آور انہیں ہراساں کر رہے ہیں۔

● کناڈا، جرمنی، بنگلہ دیش اور پاکستان و گجرات فسادات پر اظہار تشویش

کناڈا، جرمنی اور بنگلہ دیش کے بعد پاکستان نے گجرات کے مسلم کش فسادات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں حکومت ہند سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس خونریز تشدد کی روک تھام کے لئے ٹھوس قدم اٹھائے" بیان میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی مقامات کی توہین اور جان ومال کی تباہی پر پاکستانی عوام میں تشویش پائی جاتی ہے۔ انھوں نے واقعات میں ملوث عناصر کی گرفتاری اور قرار واقعی سزا دیئے جانے کا مطالبہ کیا ہے۔

● ایمنسٹی انٹرنیشنل کا اظہار تشویش

انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ہندوستان میں بڑھتے ہوئے نسلی فسادات پر گہرے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ان فسادات کی فوری طور پر غیر جانب دارانہ تحقیقات کرائی جائیں۔ اور ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے گجرات میں مسلم کش فسادات میں پولیس اور سول حکام کے رویہ کو جانب دارانہ قرار دیتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ہندوستان کے امن وامان بحال رکھنے کے ذمہ دار حکام کو چاہیئے کہ وہ تمام شہریوں کو مساوی تحفظ فراہم کریں۔

● سماج وادی پارٹی اور لوک مورچہ نے گجرات میں ہونے والے پرتشدد واقعات کو سرکاری دہشت گردی قرار دیا ہے، گجرات کے فساد زدہ علاقے کے دورے کے بعد سماج وادی اور لوک مورچہ کے لیڈروں نے نریندر مودی حکومت کی برخاستگی، گجرات میں صدر راج کے نفاذ، وشوہندو پریشد و بجرنگ دل پر پابندی لگائے جانے کا مطالبہ کیا ہے۔ لوک مورچہ اور سماج وادی پارٹی کے گجرات گئے وفد میں سماج وادی پارٹی کے جنرل سکریٹری مسٹر امر سنگھ، سماج وادی کے ممبر پارلیمنٹ مسٹر راج ببر اور مارکسی وادی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر مسٹر سیتارام یچوری اور ممبر پارلیمنٹ شبانہ اعظمی شامل تھیں۔

وفد نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ فساد زدہ علاقوں میں پولیس خاموش تماشائی بنی رہی اور اس نے احمدآباد میں لوٹ مار کے سلسلے کو دبانے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی وفد نے کہا کہ فسادیوں کو ہتھیار اور پٹرول پولیس گاڑیوں سے فراہم کیا جارہا تھا، ریاست کے وزیر داخلہ کے گھر سے فائرنگ کی گئی اور ساری سرکاری مشنری دہشت پسندی کے ماحول کو قابو میں کرنے کے بجائے خوف وتشدد پھیلا رہی تھی، وفد کے مطابق گودھرا واقعہ کی جانب سے لوٹ مار کئے جانے، برتھ ڈیٹ چھیننے، ٹی ٹی کے ساتھ بدسلوکی کرنے اور خونچے والوں کو پیسے دینے سے انکار کا ردعمل تھا، وفد نے کہا کہ احمدآباد کے دورہ کے دوران سیکڑوں جلی ہوئی گاڑیاں، اور لوگوں کے جھلسے ہوئے چہرے نظر آئے وفد نے محسوس کیا کہ لوگوں کا حکومت پر سے بھروسہ جاتا رہا تھا،

دشو ہندو پریشد پر پابندی عائد کی جائے

پوری کے سوامی ادھوکسجا نند دیو تیرتھ مہاراج نے دشو ہندو پریشد پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا ہے، کیونکہ وہ ملک کی امن و یکجہتی میں خلل ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایک بیان میں انھوں نے گجرات میں جاری تشدد پر بے حد تشویش ظاہر کی ہے۔ انھوں نے ریاستی حکومت کو اس بات کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا کہ انہوں نے اس پر قابو پانے کے لئے مؤثر اقدام نہیں کئے۔ انھوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ بھارتیہ جنتا پارٹی حکومت V.H.P لیڈران اور کارکنان کے خلاف کارروائی کرنے سے کیوں ہچکچا رہی ہے جو بڑے پیمانے پر تشدد کے ذمہ دار ہیں۔ اور مرکز پر زور دیا کہ وہ ریاستی حکومت کی نااہلی کے لئے سرزنش کرے۔ (راشٹریہ سہارا ۲ مارچ ۲۰۰۲ء)

● مارکسی لیننی کمیونسٹ پارٹی نے گجرات میں ہونے والے قصوموں کے قتل عام کو قومی یکجہتی، جمہوریت اور سیکولرزم پر بھگوا حملہ قرار دیا ہے، پارٹی کے پولٹ بیورو کے ممبر اکھلیندر ریر تاب سنگھ نے ایک بیان میں گجرات کو قتل گاہ بنانے کے لئے نریندر مودی حکومت کو برخاست کرنے، وزیر داخلہ لال کرشن اڈوانی سے استعفیٰ دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

● قومی انسانی حقوق کمیشن نے گجرات میں حالیہ فسادات کے بارے میں ابتدائی رپورٹ تک بھیجنے میں حکومت کی ناکامی پر ناراضی ظاہر کی ہے۔ قومی انسانی حقوق کمیشن نے گجرات میں پرتشدد واقعات کا اپنے طور پر سواخذہ کیا کمیشن کی ایک پریس ریلیز میں کہا گیا کہ کمیشن یہ سمجھتا ہے کہ ایک جامع رپورٹ بنانے کے لئے کچھ وقت چاہیئے مگر کم از کم ایک ابتدائی رپورٹ تو بھیجی ہی جا سکتی تھی۔ جو ریاستی حکومت کمیشن کو یہ بتاتی کہ کیا اقدامات کئے گئے ہیں اور اس کا یقین دلاتی کہ قانون کی حاکمیت نافذ کرنے کیلئے حکومت کون کون سی تدبیریں کر رہی ہے۔ آل انڈیا ایگزی کلیجرل ورکرس یونین کے جوائنٹ سکریٹری سنیت چوپڑہ نے کہا کہ پورے ملک میں وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور سنگھ پریوار کے دیگر عناصر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، دریں اثناء آل انڈیا کرسچین کونسل نے گجرات میں مذہبی تشدد کے دوران فرقہ وارانہ تشدد اور تباہ کاری کے پیش نظر وی۔ ایچ۔ پی بجرنگ دل اور سنگھ پریوار کے دیگر عناصر پر بین الاقوامی پابندی لگانے کا مطالبہ کیا اپنی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ اقوام متحدہ حقوق انسانی کمیشن اور دیگر پارٹیوں سے مطالبہ کرے گی کہ وہ وشو ہندو پریشد اور دیگر ملکوں میں اس سے ملحق دوسری تنظیموں کی سرگرمیوں اور بین الاقوامی مالی اعانت کی تحقیقات کرائیں۔

● چندر گپت سبھا ضلع اعظم گڑھ کے ایک سرگرم کارکن رام نرائن لال (گروجی)، نے نامہ نگاروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ گجرات کا فساد ہندو مسلم فساد نہیں تھا بلکہ فساد وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل کے باقاعدہ تربیت یافتہ لوگوں نے برپا کرایا۔ انھوں نے کہا کہ پولیس انتظامیہ اس موقع پر خاموش تماشائی بنی رہی اور یہی نہیں بلکہ اس محکمہ کے لوگوں کا ذہن و دماغ اس درجہ فرقہ پرست ہو گیا کہ جب ایک پولیس اہل کار سے ایک مسلمان نے جان بچانے کی فریاد کی تو فورس نے کہا کہ "بن لادن کو بلاؤ وہی تم کو بچائے گا"۔ انھوں نے کہا کہ اس بھیانک واقعہ کی ذمہ دار گجرات کی حکومت ہے اور گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی اس کے اصل ملزم ہیں۔

● .... لے این آئی کے بیورو چیف سشیل پاریکھ اور ٹی وی چینل "آج تک" کے کرسپانسڈینٹ ست اوستھی نے جو ایک طرفہ ظلم کی داستان سنائی ہے وہ کسی قدر رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے اس کو اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ سشیل پاریکھ کو ایک رپورٹر کی شکل میں اپنی ذمہ داریاں انجام دینے کے لئے اپنی داڑھی منڈوانی پڑی، دنگائیوں نے ان کی گاڑی اور کیمرے کو آگ لگا دی، دنگائیوں کی تلوار ان کے جسم کو چھو کر گزر گئی۔ اپنی جان بچانے کے لئے انھیں دنگائیوں کے سامنے اپنی پینٹ اتار کر یہ ثابت کرنا پڑا کہ ان کا تعلق کس فرقہ سے ہے، ٹائمز آف انڈیا کی رادھا شرما اور سنجے پانڈے، منوج جوشی اور سدھارتھ درد راجن کی رپورٹوں میں کہا گیا ہے کہ پولیس انسانیت سوز واقعات کو روکنے کی کوشش کرتی تو یقیناً اتنا کا .... نقصان نہ ہوا ہوتا احمد آباد، راجکوٹ، گودھرا اور گجرات کے دیگر شہروں اور قصبوں میں V.H.P کے بند کے اعلان کے باوجود ممکنہ فسادات کو روکنے کے لئے ٹھوس اقدام نہیں کئے گئے اور نتیجتاً اس بدقسمت ریاست میں سیکڑوں ہزاروں افراد ہلاک اور اربوں روپے کی املاک صنعتی یونٹ، دکانیں، مکان، کاریں، ٹرک اور فیکٹریاں نذر آتش کر دی گئیں، ۲۸ فروری کو ہی یہ رپورٹیں آنا شروع ہو گئیں تھیں کہ سارے گجرات میں مسلمانوں کو چن چن کی بھیڑ نشانہ بنا رہی ہے لیکن اس سب کے باوجود نہ تو وزیر اعظم باجپئی اور نہ ہی وزیر داخلہ اڈوانی نے یہ ضروری سمجھا کہ اپنی پارٹی

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

دل کو خدا کے واسطے پھر دل بنائیے

● مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

احمد مرزے میں آپ ذرا گنگنائیے
اب دل میں اپنے شمع محبت جلائیے
دل پر خدا کے نام کی ضربیں لگائیے
اللہ سے کچھ ایسا تعلق بڑھائیے
ان کے سوا کسی سے نہ اب دل لگائیے
اس درجہ آپ مشق تصور بڑھائیے
آنکھوں کی راہ پہلے انہیں دل میں لائیے
ہر ماسوا کو آگ خوشی سے لگائیے
کچھ کام کر کے پہلے تو ان کو دکھائیے
تیروں پہ تیر سینے پہ کھاتے ہی جائیے
دل کو خدا کے واسطے پھر دل بنائیے
سنتے ہیں؟ ان کی مرضی پہ سب کچھ لٹائیے
رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
خلق نبی کا اب تو نمونہ دکھائیے
دنیا کو یہ کمال اب اپنا دکھائیے
غفلت کی نیند میں نہ کسی کو سلائیے
یہ کیا کمال زندوں کو مردے بنائیے
دنیا کو پھر کتاب محبت پڑھائیے
پڑھ کر حدیث پاک جہاں کو سنائیے
جام طہور پیجئے سب کو پلائیے
دوزخ بنی ہوئی ہے جو دنیا یہ آج کل
دنیا تڑپ رہی ہے جو آلام و درد سے
گمراہ ہو رہے ہیں جو تاریک رات میں

اشعار ہی میں عشق کا دریا بہائیے
تاروں کی طرح رات کو پھر جگمگائیے
اور اپنے دل سے نقش دوئی کا مٹائیے
سنتے ہی نام پاک کو بس جھوم جائیے
للہ آپ بات مری مان جائیے
موجود اُن کو پاس ہی ہر وقت پائیے
مقصود دیکھنا ہو تو گردن جھکائیے
کانٹے بچھے ہیں راہ میں ان کو ہٹائیے
بیکار شور آپ نہ اتنا مچائیے
اُف بھی زبان پر مگر اپنے نہ لائیے
یعنی خدا کی یاد سے اس کو بسائیے
اسلام لا چکے ہیں اب ایمان لائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگائیے
جو مر چکے ہیں ان کو دوبارہ جلائیے
جو محو خواب ناز ہیں ان کو جگائیے
بیشک کمال یہ ہے کہ مردے جلائیے
پروانہ بن کے شمع پر خود کو جلائیے
یعنی رسول پاک کی محفل سجائیے
پیارے نبی کے دین پر سب کو چلائیے
آپ اس کو اپنے فیض سے جنت بنائیے
جام شفا ضرور اسے اب پلائیے
مشعل جلا کے راہ ہدایت دکھائیے

خیر الامم ہیں آپ ہی فرمائیے جناب
تبلیغ آپ کرتے نہیں، کیوں بتائیے

کفار قریش کا نبی کریم سے عناد و تعصب

تفسیر مظہری میں بروایت سعدی یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ کفار قریش کے دو سردار اخنس بن شریق اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی، تو اخنس نے ابوجہل سے پوچھا کہ اے ابوالحکم (عرب میں ابوجہل ابوالحکم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسلام میں اس کے کفر و عناد کے سبب ابوجہل کا لقب دیا گیا) یہ تنہائی کا موقع ہے میرے اور تمہارے کلام کو کوئی تیسرا نہیں سن رہا ہے مجھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق اپنا خیال صحیح صحیح بتاؤ کہ ان کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔

ابوجہل نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ محمد سچے ہیں۔ انھوں نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، لیکن بات یہ ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو قصی میں ساری خوبیاں اور کمالات جمع ہو جائیں باقی قریش خالی رہ جائیں۔ اس کو ہم کیسے برداشت کریں؟ جھنڈا بنی قصی کے ہاتھ میں ہے حرم میں حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمت ان کے ہاتھ میں ہے، بیت اللہ کی دربانی اور اس کی کنجی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اب اگر نبوت بھی ہم انہی کے اندر تسلیم کر لیں تو باقی قریش کے پاس کیا رہ جائے گا۔

ایک دوسری روایت ناجیہ ابن کعب سے منقول ہے کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمیں آپ پر جھوٹ کا کوئی گمان نہیں اور نہ ہم آپ کی تکذیب کرتے ہیں، ہاں ہم اس کتاب یا دین کی تکذیب کرتے ہیں جس کو آپ لائے ہیں (مظہری)

شفا

مرض رہتا نہیں مٹ جاتا ہے اس کا اکثر
جس نے دربار الٰہی سے شفا مانگی ہے

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● مصر کے وزیر اوقاف نے اپنے ایک بیان میں اس بات کا اعلان کیا ہے کہ حکومت مصر کے تعاون سے ..... ترکمانستان میں ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام جلد ہی عمل میں لایا جائے گا۔ اس یونیورسٹی کے قیام پر مصر کی حکومت ۲۰ ملین مصری پونڈ کے اخراجات برداشت کررہی ہے اس ترکمانستان کی اسلامی یونیورسٹی میں دو فیکلٹی کا فی الحال نظم کیا جارہا ہے۔ ایک اسلامک اسٹڈیز اور دوسرا عربی زبان کے تدریس کے لئے ہوگا۔ اس کے بعد اس یونیورسٹی کے تحت مختلف اسلامی علوم پر تخصیص کرنے کے لئے مختلف فیکلٹی اور کالجوں کا قیام بھی عمل میں لایا جائے گا۔ یونیورسٹی میں تدریس کے لئے مصر کی حکومت کی جانب سے ماہر اساتذہ، علمی کتب اور لعاب تعلیم بھی فراہم کیا جائے گا۔

● پولینڈ مشرقی یورپ کا ایک ملک ہے یہ ملک کمیونسٹ حکومت کے تحت رہا ہے یہاں کی آبادی ۳۸ ملین ہے اور مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۵۰ ہزار ہے ملک کا دارالسلطنت وارسا میں بھی مسلمانوں کی آبادی پائی جاتی ہے۔

پولینڈ کے مسلمانوں نے کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد یہاں کے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کو منظم کیا۔ اور اب وہ لوگ اپنے دینی شعائر کو مکمل آزادی کے ساتھ ادا کررہے ہیں۔ نیز دوسروں کو بھی اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہاں متعدد اسلامی تنظیمیں اور تحریکیں ہیں جو اسلامی کام کو آگے بڑھا رہی ہیں یہاں کی سب سے نمایاں اسلامی تحریک "پولینڈ دینی اتحاد" ہے جبکہ ممبر اصلاً تاتاری ہیں جو ملک کی دو قدیم مسجدوں کی دیکھ بھال کر رہی ہیں، دوسری تنظیم رابطہ عالم اسلامی کے تحت ہے جو مسجدوں میں تبلیغ دین کا کام انجام دیتی ہے اس کا اہم کام نماز کا اہتمام و التزام ہے۔ اور دینی اسباق کا انتظام کرنا ہے ایک تیسری تنظیم جس کو رابطہ عالم اسلامی کا تعاون حاصل ہے یہ غیر مسلموں میں تبلیغی فریضہ انجام دیتی ہے۔

پولینڈ میں اکثریت کیتھولک عیسائیوں کی ہے جو اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہیں یہاں کی اسلامی تنظیموں کے کام الگ الگ ہیں لیکن کچھ کام میں وہ مشترک ہیں جیسے اسلامی مدارس کا قیام، مسلمان بچوں اور بچیوں کی تعلیم کی نگرانی کرنا۔ اور گریجویشن تک کی تعلیم کا اہتمام کرنا شامل ہے۔

پولینڈ کی زبان میں ایک رسالہ بھی نکلتا ہے جس میں دینی مسائل کے علاوہ حالات حاضرہ پر تبصرہ و تجزیہ بھی رہتا ہے۔

● جرمن کے دارالسلطنت برلن کے فیڈرل کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں یہ حکم سنایا ہے کہ پرائمری اسکولوں میں دینی تربیتی مواد کی تدریس میں قرآن مجید کی تعلیم مقامی قانون کے متصادم نہیں ہے۔ اب اس فیصلہ کے تحت جرمن کے ابتدائی مدارس میں جہاں طلباء کی اکثریت مسلمان ہے اب قرآن مجید کی تعلیم اور تفسیر کے درس کا آغاز ہوچکا ہے۔ جبکہ اس سے قبل جرمنی وزیر برائے ثقافت نے مدارس میں قرآن کی تعلیم کو مقامی دستور سے متصادم کہکر ممنوع قرار دے دیا تھا، اب فیڈرل کورٹ کے فیصلہ سے مسلمانوں کو کافی راحت ملی ہے۔

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

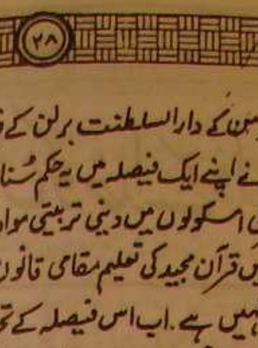

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 346 0220 / 346 8708
Tel.(R): 309 5852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی
اسپیشل چائے استعمال کیجئے۔

مطالعہ میز پر

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: خطبات نبوی
مصنف: مولانا حبیب الرحمٰن ندوی
مرتب: عزیز الحسن ندوی
صفحات ۲۸۸، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت درج نہیں
ملنے کا پتہ:۔ فہیم بک سیلر مرزا ہادی پورہ چوک مؤناتھ بھنجن (یو۔پی)

مولانا حبیب الرحمٰن ندوی ایک اچھے صاحب قلم اور دیندار عالم تھے زبان و بیان پر انھیں قابل قدر قدرت حاصل تھی وہ اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لئے مختلف موضوعات پر اخبارات و رسائل میں مضامین لکھتے رہتے تھے۔ ان مضامین میں دینی رنگ و آہنگ اور سیرت نبوی کا عکس و جمال نمایاں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ان ارشادات نبوی کو جو خطبہ کے انداز میں مذکور ہیں ان کی تشریح و توضیح کی ہے۔

یہ خطبات احادیث کی کتابوں میں بہت مختصر ہیں، کہیں ایک جملہ کہیں چند جملے، سوائے چند خطبات کے جو مشہور ہیں جیسے اعلان نبوت کے موقع پر کوہ صفا کا خطبہ اور حجۃ الوداع کا خطبہ جس کے بہت سے اجزاء احادیث کی مختلف روایتوں میں مذکور ہیں۔ بقیہ سارے خطبات محدثین نے انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کئے ہیں اور صرف اس جز کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے جس سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، لیکن خطبات کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اپنی معنویت کے لحاظ سے عرب کے مشہور خطباء کے فصیح و بلیغ خطبات پر بھاری ہیں۔

مولانا مرحوم نے خطبات نبوی کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر مفصل مضامین لکھ کر ان کی وضاحت کے ساتھ ترجمانی کی ہے جن میں کچھ مضامین اسی دور میں اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے اور کچھ مضامین ان کی فائل میں پڑے رہے، پیش نظر کتاب انہی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کا مجموعہ ہے جنہیں جناب عزیز الحسن ندوی صاحب نے خوبصورت انداز میں ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ یہ مجموعہ مضامین چند ہی خطبات پر مشتمل ہے، جبکہ خطبات نبوی کی تعداد بہت بڑی ہے اس کتاب میں خطبہ کوہ صفا، مدینہ منورہ میں پہلا خطبہ، نماز کی فرضیت پر خطبہ، کے علاوہ نماز جمعہ، عید الاضحیٰ رمضان المبارک، لیلۃ القدر، اور تجارت و زراعت وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر دیئے گئے خطبات نبوی کی تشریح کی گئی ہے۔

اسی کے ساتھ بعض دیگر مفید مضامین جو قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھے ہیں وہ بھی کتاب میں شامل ہیں جو افادیت سے خالی نہیں ہیں۔

اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع اور شجرۂ مبارکہ بھی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

کتاب اپنی نوعیت اور افادیت کے لحاظ سے قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے اور عوام و خواص اور طلباء مدارس دینیہ کے لئے ایک عمدہ تحفہ ہے۔

نام کتاب: سمندر اور سلوٹیں
شاعر: اطہر شکیل نگینوی
صفحات: ۱۱۲، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت ۱۰/- روپئے
ملنے کا پتہ:۔ اطہر شکیل نگینوی محلہ پنجابیان نگینہ۔ ضلع بجنور ۲۴۶۷۶۲ (یو۔پی)

اطہر شکیل نگینوی ایک خوش فکر شاعر ہیں، ان کے اشعار دلوں کو چھو لیتے ہیں اور کھری اور سچی بات کہنے میں وہ نہیں چوکتے۔ ان کی غزلوں میں حالات کی عکاسی بھی ہے اور غزل کا وقار بھی، انہی خصوصیات کی روشنی میں انھوں نے غزلوں کا مجموعہ تیار کیا ہے، جس کا نام "سمندر اور سلوٹیں" رکھا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

بے شک یہ کائنات تغیر پذیر ہے
منظر بدل رہے ہیں نگاہوں کے سامنے

کہاں پر آگئی حوا کی بیٹی
نہ وہ آنچل نہ وہ زیور رہا ہے

یہ تماشہ زمین پر کیوں ہے؟
خیر کم، بے حساب شر کیوں ہے؟

چھوڑ کر قصۂ اسلاف یہ بہتر ہے کہ اب
اپنے کردار سے تاریخ بنائی جائے۔

امید ہے کہ ان کا یہ مجموعۂ کلام اردو داں احباب کے لئے ایک اچھا نذرانہ ثابت ہوگا۔ اگر قیمت ۲۵/- روپئے ہوتی تو بہتر ہوتا۔

(بقیہ) ندامت کے آنسو

قریب ہوتا ہوں، زمین کو حکم ہوتا کہ سمٹ جائے اور قریہ صالحہ سے قریب ہو جائے چنانچہ اس کی روح فرشتۂ رحمت نے قبض کیا اور گو وہ ابھی توبہ نہ کر سکا تھا مگر اس اصول پر کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ یہ خالص نیت کے ساتھ توبہ کے لئے نکلا تھا۔ اس لئے رحمت خداوندی نے بڑھ کر اس کو اپنے سایہ میں لے لیا۔ اور کیوں نہ ہو۔ خدا کی وہ ذات پاک جو ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر شفیق و مہربان ہے۔ اس کا یہ اعلان ہے کہ: یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ (اے میرے وہ بندو! جن سے بھول چوک اور خطائیں ہو گئی ہیں۔ تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو) اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے)

یہ واقعہ جو ایک خاص انداز میں بیان کیا گیا کوئی افسانہ اور خود ساختہ کہانی نہیں ہے بلکہ حدیث پاک میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے، خود اللہ کے نبیؐ نے اس واقعہ کو صحابہ کرامؓ کو سنایا۔

گوشت پوشت کا بنا ہوا یہ انسان بھول چوک تو اس سے ہوتی ہی ہے مگر جب وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا، روتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو رحمتِ الٰہی پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ان کا فرمان ہے کہ میں اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہوں جتنا کہ کوئی بندہ انتہائی مایوسی کے عالم میں جب کہ وہ صحرا میں بھوکا پیاسا سایہ لے رہا ہو۔ بھوک و پیاس سے بیتاب ہو اس میں اس کی سواری بھی بھاگ جائے تو کیا کچھ نہ گذرے گی۔ وہ زندگی سے مایوس بیٹھا بیٹھا سو جائے پھر آنکھ کھلے تو سواری کو سامنے پاکر اس کو بے پناہ مسرت ہوگی اللہ تعالیٰ کو بندہ کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے اور وہ اپنے بندوں سے راضی ہوتا ہے ؎

تلاطم ڈال دیتے ہیں خدا کے بحرِ رحمت میں
گناہوں کی ندامت سے جو دو آنسو ٹپکتے ہیں

(بقیہ) ضمیر کی آواز

اگرچہ ہوش میں آکر جب وہ توبہ و استغفار کرتا ہے اور پشیمان و نادم ہوتا ہے تو وہ داغ مٹ جاتا ہے لیکن پھر اگر وہی گناہ بار بار اسی طرح کرتا رہے تو وہ داغ بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے دل کو سیاہ کر کے ضمیر کے ہر قسم کے احساس سے اس کو محروم کر دیتا ہے۔ اسی مفہوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا۔

اِنَّ العبد اذا اُخطأ خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃٌ سوداءٌ فاذا ھو نزع واستغفر وتاب صقل قلبہ وان عاد زید فیھا حتّٰی یعلو قلبہ،

بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، تو اگر اس نے پھر اپنے کو علیٰحدہ کر لیا۔ اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اور اگر اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا یہی وہ دل کا زنگ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے،

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (سورۂ تطفیف)

کبھی نہیں، بلکہ اُن کے (برے) کاموں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چھا گیا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تمثیل میں فرمایا کہ منزلِ مقصود کی جانب ایک سیدھا راستہ جاتا ہے، راستہ کے اِدھر اُدھر دونوں طرف دو دیواریں کھچی ہیں۔ اور ان دونوں میں کچھ دروازے کھلے ہیں، لیکن ان پر پردے پڑے ہیں، راستہ کے سرے پر ایک آواز دینے والا آواز دے رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلو اور اِدھر اُدھر مڑو نہیں، جب کوئی راہ گیر خدا کا بندہ چاہتا ہے کہ ان دائیں بائیں کے دروازوں میں سے کسی ایک دروازے کا پردہ اٹھائے تو اوپر سے ایک منادی پکار کر کہتا ہے خبردار پردہ نہ اٹھانا، اٹھاؤ گے تو اندر چلے جاؤ گے۔ پھر فرمایا یہ راستہ اسلام ہے، اور یہ دروازے اللہ تعالیٰ کے ممنوعات ہیں۔ اور یہ پردے اس کے حدود ہیں اور راستہ کے سرے پر پکارنے والا قرآن ہے۔ اور اوپر کا منادی جو پکارتا ہے۔

ھو واعظ اللّٰہ فی قلب کل مومن (مشکوٰۃ)

وہ خدا کا وہ واعظ ہے جو ہر مومن کے قلب میں ہے۔

احادیث رسول ﷺ کا انتخاب

تہذیب الاخلاق (عربی) کا اردو ترجمہ

حدیث نبویؐ

مجلد۔ روشن طباعت۔ خوبصورت سرورق

ہدیہ Rs.100/

محمد الحسنی ٹرسٹ، رائے بریلی

ممبئی، دہلی، دیوبند، حیدرآباد، لکھنؤ، کشمیر میں دستیاب

ندامت کے آنسو

• شمس الحق ندوی

زندگی کی وہ ساعت بڑی مبارک تھی جب اس نے عمر عزیز کے بیتے ہوئے دنوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اپنے سیاہ نامۂ اعمال پر غور کرنا شروع کیا تو روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آئی۔ امید کی ایسی کوئی بھی چنگاری تو نہ دکھائی دی جو بیاباں کی شب تاریک میں کرنِ شب تاب کا ہی درجہ رکھتی ہو۔ اب وہ ساعت آچکی تھی کہ وہ آج کے بعد کل اور اس فانی زندگی کے بعد باقی رہنے والی زندگی کے بارے میں غور کرنے پر یوں ہی ہوا، وہ یاس و نا امیدی کے ایک بحرِ بیکراں میں غوطے کھانے لگا دل کی تڑپ اور بے چینی بڑھی اور کھویا کھویا سا کسی راہبر کی تلاش میں چلا جو راہِ نجات کا پتہ دے، دل کی بے تابی بڑھی اور بڑھتی ہی گئی۔ وہ اسی حال میں بے سوچے سمجھے ایک سمت متعین کی طرف چل پڑا تھا کہ ایک غیر جانی پہچانی صورت نظر آئی بے اختیار زبان کھل گئی کیا میری توبہ کی بھی کوئی گنجائش ہے۔ ایسا جو میری دستگیری کرے اور ڈوبتی کشتی کو ساحل سے ہمکنار کرے، مخاطب نے جواب دیا ہاں! فلاں گاؤں میں ایک خدا ترس اور بزرگ شخص رہتے ہیں تم ان سے ملو بہت ممکن ہے وہ تمہارے درد کا درماں ثابت ہوں، یہی ایک دو باتیں ہوئی تھیں کہ وہ اس گاؤں کے رُخ پر قدم بڑھانے لگا دل کی تڑپ جدھر امید کی ایک ہلکی سی کرن دکھائی دی تھی۔ سرخ سرخ سی آنکھیں، بھیانک صورت جسے دیکھ کر آدمی ڈر جائے اور اس کے حالات زندگی سے نہ جانے واقف کتنوں کے تو اوسان خطا کر جاتے ہوں گے جب وہ اسے دیکھتے ہوں گے۔

یہ ان درویش صفت بزرگ کے پاس پہنچا جن سے کچھ امیدیں باندھ کر چلا تھا، جھجکتا جھینپتا لرزاں و ترساں ان سے اپنی داستانِ حیات سنانے کے بعد پوچھا کیا اس کے بعد بھی میری نجات و مغفرت کی کوئی صورت ہے؟ اعمالنامہ کی اتنی سیاہی کے بعد بھی رحمتِ خداوندی اس کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

درویش کم مایہ نے جرم کی سنگینی دیکھ کر جواب دیا کہ تمہاری نجات و بخشش کی کوئی صورت نہیں۔ جب یہاں سے بھی مایوس ہوا تو سوچا کہ جب یہ نہیں تو ۹۹ مقتولوں میں ایک کا اضافہ کر کے سَو پورے ہی کر دوں، بس اس خیال کا آنا تھا کہ چشم زدن میں ان بزرگ کا بھی کام تمام کر دیا اور چلتا بنا مگر اس کا ضمیر چونکہ اب بیدار ہو چکا تھا۔ اس لئے فکر تھی کہ کوئی سہارا ملے، قسمت نے یاوری کی چلتے چلتے پھر کسی انجانے سے مڈبھیڑ ہو گئی اور اس سے اپنا مقصود کہہ گذرا اس بھلے مانس نے ایک مبارک اور خدا ترسوں کی بستی کا پتہ دیتے ہوئے بتایا کہ وہاں ایک بزرگ رہتے ہیں تم ان سے ملو اور کچھ دن اسی بستی میں گذارو۔ اس اجنبی کی بات نے ایک بار پھر اس کے اندر امید کی ایک لہر دوڑا دی اور یہ اس قریۂ صالحہ کی طرف چل پڑا تھا۔ مگر کاتبِ تقدیر کا ازلی فیصلہ کچھ اور ہی ہو چکا تھا۔

بستی تک پہونچنا تو درکنار ابھی آدھی مسافت بھی طے نہ ہوئی تھی کہ شمعِ حیات جھلملانے لگی تاخیر بس اس میں ہو رہی تھی کہ صلحاء امت اور نیکوکار لوگوں کی روح نکالنے والے اور اشرار امت و بدکردار لوگوں کی روح قبض کرنے والے دونوں فرشتوں میں بحث شروع ہو گئی تھی۔ سعید روحوں کو قبض کرنے والا فرشتہ مُصر تھا کہ میں روح نکالوں گا۔ اس لئے کہ اس کی مخلصانہ نیت و ارادے اور توبہ کے جذبے نے ماضی کی سیاہیوں کو دھو دیا۔ اور بدروحوں کو قبض کرنے والے فرشتے کی ضد تھی کہ نہیں اس کے اعمال اس قابل ہیں کہ میں اس کی روح قبض کروں۔ جب بات بڑھی تو ایک تیسرے فرشتے نے حَکَم کا فرض انجام دیتے ہوئے فیصلہ کیا کہ جدھر سے آرہا ہے اور جس نیک بستی کی طرف جا رہا ہے دونوں کی مسافت ناپ لیجائے اگر اس بستی سے قریب ہے جہاں کے ارادے سے نکلا ہے تو سعید روحوں کو قبض کرنے والا فرشتہ اس کی روح کو قبض کرے۔ اور اگر اس کے برخلاف ہے تو بدروحوں کو قبض کرنے والا فرشتہ اس کی روح کو قبض کرے۔ کہتے ہیں کہ جب مسافت ناپی گئی تو یہ نیکوں کی بستی سے صرف ایک بالشت قریب تھا۔ یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ یہ قریب تو دراصل اس بستی سے تھا جدھر سے چلا تھا مگر اس کے جذبۂ ندامت و احساس کی بیداری پر رحمتِ خداوندی کو جوش آیا اور خدائی فرمان کے مطابق کہ جب میرا بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دس بالشت

(باقی ص ۳۰ پر)

ل جگنو